ماہنامہ مجلہ

حیات نو

ہریانہ

ماہ ربیع الاول خوشیوں کا بہار

''یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لیے خوشیوں کا بہار ہے تو صرف اس لیے کہ اس مہینہ میں دنیا کی خزاں ضلالت ختم ہوئی اور گلزار حق کا موسم ربیع شروع ہوا، پھر اگر آج دنیا کی عدالت مسموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے تو اسے غفلت پرستو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے''

(مولانا ابوالکلام آزاد)

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریا گنج

جلد نمبر: ۱۹

ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
مئی، جون ۲۰۰۳ء

شمارہ نمبر: ۵-۶

مدیر مسئول
ابوالمکارم فلاحی ازہری

مدیر معاون
انیس احمد فلاحی مدنی

- سالانہ زرتعاون: 90-00 روپے
- خصوصی زرتعاون: 100-00 روپے
- بیرون ملک سے: 25-00 امریکی ڈالر

- طلبہ کے لئے: 80-00 روپے
- اعزازی زرتعاون: 1000-00 روپے
- قیمت فی شمارہ: 15-00 روپے

☐ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے
لہذا جلد از جلد سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ "مجلہ حیات نو" جامعۃ الفلاح
بلریا گنج، اعظم گڑھ، یوپی 276121۔ فون نمبر 05466-225115,

نقوش حیات نو

اداریہ:

سقوط بغداد کے اسباب	انیس احمد	۳

مقالات:

قیامت کی نشانیاں (۶)	یوسف الوابل	۷

بحث ونظر:

انسانی کلوننگ کا عمل	ڈاکٹر عبداللہ الترکی	۱۳
جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہو جائے	مولانا محمد اجتباء ندوی	۲۲
حرم کی میں داخل ہونے کے لئے...	ابو مکرم ظفر اللہ خاں	۲۸
مکہ کے ادھر سے سرنگو چالک	دانش ریاض	۳۲

اصولی مباحث

فن تخریج اور اس کے قواعد (۱)	ڈاکٹر محمد الطحان	۳۶

تعارف کتب

اسلامی مصادر کا تعارف (۱)	ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان	۳۶

مذاہب عالم:

بدھ مت (آخری قسط)	انیس احمد مدنی	۴۵

شبہات حول السنۃ

اخبار آحاد کی شرعی حیثیت (۱)	ابو ارقم فلاحی	۴۹

تعارف وتبصرہ

ٹکنالوجی کو ترجیح دو	ڈاکٹر محمد یوسف	۵۸

جامعہ کے لیل ونہار:

ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب کا خطاب عام	ادارہ	۶۲
دورہ ناظم جامعہ		
اظہار تعزیت		

اداریہ

سقوطِ بغداد کے اسباب

انیس احمد مدنی

اسلامی فتوحات سے قبل بغداد کوئی قابل ذکر شہر نہ تھا کسریٰ کے زمانے میں دجلہ کے مغربی کنارے پر ایک چھوٹی سی بستی تھی کہتے ہیں کہ کسریٰ نے ایک بت پرست غلام کو یہ علاقہ بطور جاگیر دیا تھا۔ وہ جس بت کی پرستش کرتا تھا اس کا نام "بغ" تھا۔ اسلئے اس نے کہا کہ "بغ داد" یعنی یہ علاقہ مجھے بغ نے دیا ہے۔ اسی لئے بہت سے علماء اس شہر کو بغداد کہنا پسند نہ کرتے تھے۔

خلیفہ ابوجعفر منصور نے ۱۴۰ھ میں بغداد کی تعمیر کرائی اور اس شہر کا نام مدینۃ السلام رکھا ۔ رفتہ رفتہ بغداد مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور علم وفن کا وہ گہوارہ بنا کہ دنیا میں اسکی نظیر ملنا مشکل تھی۔ حسن وجمال ترتیب وتنسیق اور تہذیب وثقافت کے لحاظ سے یہ شہر اتنا دلکش تھا کہ امام شافعیؒ جیسے متقی فقیہ اور بزرگ نے ایک مرتبہ اپنے شاگرد یونس ابن عبدالاعلیٰ سے پوچھا! "کیا تم نے بغداد دیکھا ہے" انہوں نے جواب دیا نہیں۔ تو امام شافعیؒ نے فرمایا! "پھر تو تم نے دنیا ہی نہیں دیکھی"۔ (تاریخ بغداد)

بغداد صدیوں تک پورے عالم اسلام کا سیاسی، علمی اور ثقافتی مرکز بنا رہا۔ اور اس نے ہر شعبۂ زندگی میں جو بے مثال شخصیتیں پیدا کیں، وہ ہماری تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ ان بے مثال شخصیتوں کی سوانح حیات پر مشتمل خطیب نے جو کتاب لکھی ہے وہ تیرہ ضخیم جلدوں میں ہے جسے تاریخ بغداد کے نام سے جانا جاتا ہے۔

بغداد نے مسلمانوں کے عروج وزوال کی کئی داستان دیکھی ہے۔ ۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی جو تباہی ہوئی تھی موجودہ تباہی اس سے کسی بھی لحاظ سے کم نہیں۔

حالیہ سقوط اسلامی تاریخ کے سیاہ ابواب میں سے ایک سیاہ ترین باب ہے۔ اس سقوط نے عربوں اور مسلم ممالک کی رہی سہی ہیبت بھی اقوام عالم کے دلوں سے نکال دی ہے۔ عالم اسلام کی موجودہ صورت حال کی حسین تصویر اس شعر سے لگائی جا سکتی ہے۔

تضربه الوليدة بالهراوى ☆ فلا غير لديه و لا نكير

چھوٹی بچی بھی ڈنڈے سے اس کو (اونٹ) مارتی ہے تو اس پر نہ اس کی غیرت بیدار ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔

یوں تو اس سقوط کے اسباب بے شمار ہیں لیکن چند اہم اسباب درج ذیل ہیں۔

۱: حب دنیا اور جذبۂ شہادت سے بیزاری: اس سبب کی جانب ہادیٔ عالم ﷺ نے یوں اشارہ کیا ہے۔ عنقریب غیر مسلم قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے لوگ کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ بات سن کر ایک شخص نے سوال کیا۔ کیا اس دن ہم لوگ تعداد میں کم ہو گئے؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا! کہ نہیں، بلکہ تم اس دن بہت کثیر تعداد میں ہوگے مگر اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا۔ اور تمہارے دلوں میں "وہن" کمزوری ڈال دے گا۔ اک صاحب نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول وہن کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔ (ابوداؤد ج ۲/ ۵۹۰)

۲: باہمی افتراق: سقوط بغداد کا ایک اہم سبب امت مسلمہ کے درمیان پایا جانے والا مسلکی سیاسی اور سرحدی اختلاف بھی ہے۔ غور کیجئے اگر امت ایک "جسد واحد" کی طرح ہوتی تو کیا کویت، قطر اور ترکی و بحرین جیسے عرب و مسلم ممالک اپنی سرحدوں اور فضاؤں کے استعمال کی اجازت دیتے۔ بے غیرتی اور خدا ناشناسی کی حد ہو گئی کہ امریکی حملے کے آغاز پر کویت میں رقص و سرور کی محفلیں منعقد کی گئیں اور سقوط بغداد پر خوشیاں منائی گئیں۔

۳: جدید ٹکنالوجی اور آلات حرب سے ناواقفیت: اسے پیروان اسلام کی سادہ لوحی کہیے یا دشمنان اسلام کی چالاکی کہ یہ قوم جدید آلات حرب کی فراہمی اور جدید ٹکنالوجی سے کوسوں دور

ہوگئی۔ سقوط کابل ہو یا بغداد ہر موقعہ پر قنوت نازلہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ سعید الصحاف کے تبصروں کی طرح تیز و چبھتے ہوئے نشتر و تبصرے کئے گئے۔ سوز دروں سے خالی دعائیں ہواؤں میں اچھالی گئیں اور قرآن مجید کی اس اہم ہدایت کو نظر انداز کر دیا گیا۔

و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم ۔ اور ان دشمنان اسلام سے مقابلے کے لئے اپنی استطاعت بھر قوت و طاقت اور بندھے رہنے والے گھوڑوں کو تیار رکھو۔ جس کے ذریعے تم اپنے دشمنوں اور اللہ کے دشمنوں کو مرعوب کر سکو۔ دیکھئے محض آلات حرب کی فراہمی مقصود نہیں بلکہ اس عظیم فوجی اور حربی تیاری کا حکم دیا گیا ہے جس سے دشمنان اسلام کے دلوں میں رعب و ہیبت طاری ہو سکے۔

سقوط بغداد کے وقت ہماری حالت ویسی ہی تھی جیسی سقوط قسطنطنیہ کے وقت عیسائیوں کی۔ محمد الفاتح کی توپیں جب قسطنطنیہ کی فصیلوں میں دراڑیں پیدا کر رہی تھیں تو پوپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایا صوفیا کے گرجا گھر میں انجیل کی تلاوت کر رہے تھے۔ ظاہر ہے اناجیل کی یہ تلاوت فصیلوں کی ان دراڑوں کو کیسے پر کر سکتی تھی۔ ٹھیک یہی کیفیت سقوط بغداد کے وقت مسلمانوں کی بھی تھی۔ قنوت نازلہ کے ذریعے کلسٹر بموں کا مقابلہ کیونکر ممکن تھا۔

۴: صیہونیوں اور عیسائیوں کی خفیہ منصوبہ بندی:

وادیٔ فرات عظیم تر اسرائیل کا ایک حصہ ہے۔ اس جنگ کی منصوبہ بندی کئی عشرے پہلے ہی کر لی گئی تھی۔ تاکہ عراق کی طاقت کو پاش پاش کر کے اسرائیل کو مضبوط و محفوظ بنا دیا جائے۔ اور اس کی سرحدوں کو نیل سے فرات تک وسیع کر دیا جائے نیز امریکہ کا انہیں تعاون دو اسباب سے تھا۔

۱: عراق کے تیل پر کنٹرول کر کے اپنی گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالا دینا۔

۲: عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی راہ کو ہموار کرنا۔ مذہبی عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے پہلے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی آمد ممکن نہیں۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ میں

مختلف مذہبی تنظیمیں صیہونیت کی بھرپور مدد میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ مشرق وسطیٰ پر اسرائیل کا تسلط ہوتا کہ وہ ہیکل تعمیر کر سکے۔ کیونکہ ہیکل کی تعمیر کے بعد ہی عیسیٰ مسیح علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔

غلبہ وجہانگیری کے امریکی صیہونی عزائم کے سیل رواں کو روکنے کے لئے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا۔ اور یورپ کے ''ناٹو'' کی طرح ایک مظبوط اسلامی بلاک وجود میں لانا ہوگا۔ جسے محمد عربیؐ نے ''جسد واحد'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور اپنے اندر غیرت وحمیت خداشناسی اور خودشناسی اور شعور ذات کو پیدا کرنا ہوگا۔ آلات حرب اور جدید ٹکنالوجی میں اقوام یورپ پر اعتماد کرنے کے بجائے بغداد اور استانبول کی یونیورسٹیوں پر انحصار کرنا ہوگا۔ اور اپنی اولاد کو عمر فاروق کے جملوں میں ''علموا اولادکم الرمی و السباحۃ'' [اپنی اولاد کو تیر اندازی اور تیراکی کی تعلیم دو] کی تعلیم دینی ہوگی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس قول کو حرز جاں بنانا ہوگا۔ ''جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے''۔ یہ وقت بڑا نازک وقت ہے یہ گھڑی فیصلہ کی گھڑی ہے۔ یہ اپنے وجود وبقاء کے لئے لڑائی لڑنے کا وقت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

مقالات

قیامت کی نشانیاں

(۶)

یوسف الوائل

۳۶: **سرزمین عرب کا سرسبزو شاداب اور نہروں والا ہونا۔** ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ سرزمین عرب کے صحرا سرسبزوشاداب میدانوں اور نہروں میں تبدیل نہ ہو جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب الزکاۃ ۷/۹۷)

عرب کی سنگلاخ اور بے آب وگیاہ زمین قیامت کے قریب چشموں کی کثرت کی وجہ سے انتہائی سرسبزوشاداب اور باغات والی ہو جائے گی۔ چنانچہ آج جدید زراعتی سہولتوں کی بنا پر پورا عرب سرسبزوشاداب کھیتوں میں بدل گیا ہے۔ بعض شارحین حدیث نے حدیث مذکور کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جنگوں کی کثرت، مردوں کی قلت کی بنا پر کھیتیاں یوں ہی معطل چھوڑ دی جائیں گی جس سے خودرو پودے اگ آئیں گے (شرح النووی لمسلم ۷/۹۷)

لیکن پہلی رائے ہی زیادہ صحیح ہے اسکی تائید غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ ﷺ کے سرزمین تبوک کے بارے میں اس پیشین گوئی سے ہوتی ہے: ''قریب ہے کہ اے معاذ! اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھوگے کہ یہ پورا علاقہ باغات سے بھر گیا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب معجزات النبی ﷺ ۱۵/۴۰۔۴۱)

۳۷۔ **بارش کی کثرت اور پودوں کی قلت:** انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ لوگ خوب خوب سیراب نہ ہو جائیں اور زمین سرے سے پودے نہ اگائے'' (مسند احمد ۳/۱۴۰)

بارش جو پودوں کو اگانے کا سبب ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کوئی ایسا مانع بھی پیدا کر دے جسکی وجہ سے فصلیں نہ اگ سکیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ”قحط یہ نہیں ہے کہ تم لوگ بارش سے محروم رہو اصل خشک سالی تو یہ ہے کہ تم لوگ خوب خوب سیراب کئے جاؤ اور اسکے باوجود بھی زمین کوئی پودا نہ اگائے۔“

(صحیح مسلم' کتاب الفتن' ۳۰/۱۸)

۴۸۔ دریائے فرات کا سونے کے پہاڑ کے نمودار ہونے سے پھٹ پڑنا۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”قیامت اسوقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ دریائے فرات سونے کے پہاڑ کے نمودار ہونے سے پھٹ نہ پڑے اور اسکے حصول کیلئے لوگ لڑ نہ پڑیں پس ہر سو آدمی میں سے ۹۹ آدمی مقتول ہونگے اور ہر شخص یہی کہے گا شاید میں ہی بچ جانے والا ہوں (صحیح بخاری کتاب الفتن ۷۸/۱۳)

محمد فہیم ابو عبیہ کے نزدیک سونے کے پہاڑ سے مراد پٹرول ہے۔ (النہایہ فی الفتن والملاحم ۲۰۸/۱)

۴۹۔ درندوں اور جمادات کی انسانوں سے گفتگو درندوں اور جمادات کا انسانوں سے گفتگو کرنا اور ان کی عدم موجودگی میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دینا' انسان کے بعض اجزاء جیسے اس کی ران کا اسکی عدم موجودگی میں اسکے گھر کی رپورٹ دینا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہیکہ ایک بھیڑیا ایک بکری کے چرواہے کے پاس آیا اور اسکے ریوڑ سے ایک بکری پکڑلی چرواہے نے اس کا پیچھا کر کے بکری اس سے چھین لی۔ چنانچہ بھیڑیا ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر کتے کی طرح بیٹھ کر اس نے اپنی دم رانوں کے درمیان سے نکال کر پیٹ سے چپکا لی۔ اور پھر کہا میں نے اس روزی کے حصول کی کوشش کی تھی جو اللہ نے مجھے عنایت کی تھی۔ لیکن تم نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا خدا کی قسم آج کی طرح میں نے کسی بھیڑیے کو گفتگو کرتے

ہوئے نہ پایا۔ اس پر بھیڑیا نے کہا: اس سے تعجب کی بات یہ ہیکہ مدینہ کے دونوں پہاڑی سلسلوں کے درمیان موجود کھجور کے درختوں میں ایک آدمی ہے جو تمہیں گزرے ہوئے حالات اور پیش آنے والے واقعات بتائیگا۔ پھر وہ شخص نبی ﷺ کے خدمت میں آیا اور اس نے پورے واقعہ کو بیان فرمایا تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اور پھر فرمایا: ”قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آدمی سفر پر نکلے گا تو واپس لوٹنے سے پہلے اسکا کوڑا اور اسکے جوتے اسے ان تمام چیزوں سے باخبر کر دیں گے جو اس کے اہل و عیال نے اس کے چلے جانے کے بعد انجام دیا ہوگا۔ (مسند الامام احمد ۲۰۳/۱۵، ۲۰۴ حدیث رقم ۸۰۴۹)

ابوسعید الخدریؓ کی روایت میں مذکورہ بالا قصے کے بعد آپ ﷺ کے یہ الفاظ وارد ہیں۔ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت اسوقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے گفتگو نہ کرلیں۔ اور انسان کے جوتے کا تسمہ اور کوڑا اس سے بات نہ کرنے لگے۔ اور اسکی ران اسکے اہل و عیال کی خبر اسے نہ بتانے لگے۔“ (مسند احمد ۸۳/۳)

۵۰۔ مصیبتوں کی شدت کی بنا پر موت کی تمنا کرنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت اسوقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ آدمی، دوسرے آدمی کی قبر سے گزرتے وقت یہ تمنا نہ کرنے لگے: اے کاش میں اس کی جگہ ہوتا“ (صحیح بخاری' کتاب الفتن' ۸۱/۱۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا اسوقت تک فنا نہ ہوگی جب تک کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس پر لوٹتے پوٹتے یہ تمنا نہ کرنے لگے کہ اے کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا۔ دراں حالانکہ اسکے پاس دین نہ ہوگا۔ صرف آزمائش ہی آزمائش ہوں گی۔ (صحیح

مسلم، کتاب الفتن ۱۸/۳۴)

موت کی یہ تمنا و خواہش فتنوں کے عام ہونے، احوال کے بدل جانے اور شریعت کے مظاہر کے تبدیل ہو جانے کے وقت ہوگی۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: "تم لوگوں پر عنقریب ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اگر وہ موت کو خرید سکتا تو خرید لیتا" (فیض القدیر ۶/۳۱۸)

حافظ عراقی کہتے ہیں: "مذکورہ بالا صورت حال ضروری نہیں کہ بیک وقت ہر زمانے اور ہر علاقے میں پائی جائے بلکہ کبھی اور بعض لوگوں کے حق میں یہ چیز واقع ہوگی۔ موت کی خواہش کو قبروں کی وجہ سے معلق کرنا اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اسوقت حالات اتنے خراب ہونگے اور بلائیں اور مصیبت اس قدر شدید ہوگی کہ انسان قبروں سے وحشت کے بجائے ان کی تمنا کریگا۔ (فیض القدیر ۶/۳۱۸)

محمد عربی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جو انتہائی شدید اور تکلیف دہ ہوگا یہاں تک کہ لوگ دجال کے خروج کی تمنا کریں گے۔ حذیفہؓ کی حدیث میں ہے: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جسمیں لوگ ظہور دجال کی تمنا کریں گے۔ میں نے پوچھا اے رسول اللہ ﷺ میرے والدین آپ پر قربان ہوں ایسا کیوں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان پریشانیوں کے سبب ایسا ہوگا جس سے یہ برابر دوچار ہوں گے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ۷/۲۸۴)

۵۱۔رومیوں کی کثرت اور مسلمانوں سے ان کا جنگ کرنا رومی العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں (النہایہ فی الفتن والملاحم: ص ۵۸)

مستورد القرشی نے عمرو بن العاصؓ کے پاس فرمایا: "میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت واقع ہوگی تو رومیوں کی تعداد خوب ہوگی۔ اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ نے فرمایا: غور کرلو کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے فرمایا: وہی کہہ رہا ہوں جو نبی

اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہوں (صحیح مسلم، کتاب الفتن، ۱۸/۲۲)

عوف بن مالک الاشجعیؓ کی روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے چھ نشانیوں کے ظہور کو گنو، ان میں سے ایک وہ صلح بھی ہوگی جو تمہارے درمیان اور رومیوں کے درمیان ہوگی چنانچہ وہ دھوکہ دیتے ہوئے تمہارے پاس اسی جھنڈوں کے تحت آئیں گے ہر جھنڈے کے تحت بارہ ہزار فوج ہوگی۔ (بخاری)

جابر بن سمرۃ، نافع بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے آپ ﷺ کی چار باتوں کو محفوظ کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جزیرہ عرب پر حملہ کرو گے تو اللہ اس پر تمہیں فتح دے گا پھر فارس پر حملہ کرو گے تو اللہ تعالی اس پر تمہیں کامیابی دے گا پھر روم پر حملہ کرو گے تو اللہ اسے بھی فتح کرا دیگا پھر دجال کے خلاف جہاد کرو گے اس پر بھی تمہیں فتح سے نوازے گا۔ پھر نافع نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا، اے جابر ہمارا خیال ہے کہ روم کی فتح سے پہلے دجال کا خروج نہ ہوگا (صحیح مسلم کتاب الفتن ۱۸/ ۴۴)

مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان واقع ہونے والی جنگ کا نقشہ بشیر بن جابر کی حدیث میں یوں کھینچا گیا ہے: کوفہ میں سرخ ہوا چلی تو ایک شخص نے آکر عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا قیامت آگئی راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ ٹیک چھوڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ (قتل وخونریزی کی کثرت کی بنا پر) نہ تو کوئی میراث تقسیم ہوگی اور نہ ہی کسی غنیمت پر خوشی ہوگی پھر آپ نے شام کی جانب اشارہ فرمایا: پھر آپ نے فرمایا: دشمن اہل اسلام سے لڑنے کے لئے اکٹھا ہوں گے اور اہل اسلام ان سے مقابلہ کے لئے یکجا ہوں گے۔ میں نے پوچھا کیا رومی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور پھر اس جنگ کے موقع پر ارتداد کی ایک شدید لہر چل پڑے گی مسلمانوں کا پہلا دستہ موت کی تمنا لئے جائے گا شام تک جنگ ہوگی البتہ کسی کو غلبہ نصیب

نہ ہوگا اور وہ دستہ فنا ہو جائے گا پھر دوسرا دستہ پھر اسی طرح تیسرا دستہ نکلے گا اور یہ دونوں دستے بھی فنا ہو جائیں گے پھر چوتھے دن بقیہ اہل اسلام آگے بڑھیں گے اللہ تعالیٰ شکست ان کے حق میں مقدر کر دے گا چنانچہ ان کی اتنی بڑی تعداد مقتول ہوگی جس کی سابقہ جنگوں میں نظیر نہ ہوگی سو افراد پر مشتمل خاندان کا صرف ایک فرد باقی بچے گا تو آخر وہ کس غنیمت پر مسرور ہوگا اور کون سی میراث بانٹے گا، ابھی وہ اس مصیبت سے دوچار ہی ہوں گے کہ اس سے بڑی اور ہولناک جنگ کے بارے میں سنیں گے ندا لگانے والا صدا دے گا آپ کے اہل وعیال کے درمیان دجال آچکا ہے، چنانچہ وہ ہاتھ جھٹک کر آگے آئیں گے دس دستے روانہ کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان کے اور ان کے آباء واجداد کے ناموں اور ان کے گھوڑوں کے رنگوں سے بھی واقف ہوں وہ روئے زمین کے سب سے اچھے شہسوار ہونگے (صحیح مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة)

شام میں واقع ہونے والی یہ جنگ آخری زمانے میں دجال کے ظہور سے پہلے ہوگی اور رومیوں پر مسلمانوں کی فتح وکامیابی قسطنطنیہ کی فتح کی تمہید ہوگی، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: قیامت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک رومی اعماق یا شام کے شہر دابق میں فروکش نہ ہوں چنانچہ ان کے مقابلے کے لئے مدینہ سے ایک لشکر نکلے گا جو روئے زمین کا سب سے بہتر لشکر ہوگا پس جب وہ صف بستہ ہوں گے تو رومی کہیں گے ہمارے درمیان سے قید کئے گئے رومیوں اور ہمیں چھوڑ دو ہم آپس میں معاملہ نپٹ لیں گے۔ تو مسلمان کہیں گے کہ خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو تم سے لڑنے کیلئے اکیلا وتنہا نہ چھوڑیں گے چنانچہ ایک تہائی لشکر شکست کھا کر بھاگے گا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہ کرے گا ایک تہائی شہید ہوگا۔ اور ایک تہائی کو فتح ملے گی یہی لوگ قسطنطنیہ (دوبارہ) فتح کریں گے ابھی وہ اپنی تلوار کو زیتون کے درختوں پر لٹکا کر مال غنیمت کی تقسیم میں مصروف ہونگے کہ شیطان نداء لگائے گا کہ دجال تمہارے اہل وعیال کے درمیان نمودار ہو چکا ہے۔ تو وہ نکلیں گے تو

دیکھیں گے کہ یہ ندا باطل تھی، پس جب وہ شام آئیں گے تو اس کا خروج ہو چکا ہوگا۔ ابھی وہ جنگ کیلئے صفیں درست کر رہے ہونگے کہ اقامت کا وقت ہو جائے گا اور اس وقت عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے (صحیح مسلم "کتاب الفتن و اشراط الساعة ۱۸/۲۲۲۱)

ابوالدرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ آخری ایام میں ہونے والی عظیم جنگ کے موقعہ پر مسلمانوں کے خیمے وادی غوطہ میں واقع دمشق میں ہونگے جو شام کا سب سے بہترین شہر ہے (سنن ابی داود مع عون المعبود، کتاب الملاحم، ۱۱/۴۰۲) علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۱۸)۔

حافظ ابن المنیر کہتے ہیں: "رہا رومیوں کا مسلمانوں سے جنگ کرنا تو ابھی انہوں نے اتنی بڑی تعداد میں خشکی کے علاقوں میں ہم سے جنگ نہیں کی ہے۔ یہ مستقبل کی پیشین گوئی ہے۔ حدیث مذکور میں ایک عظیم تباہی کا ڈر اور آخر میں مسلمانوں کی فتح وکامرانی کی بشارت موجود ہے کہ رومیوں کی کثرت کے باوجود بھی انجام مسلمانوں کے حق میں ہوگا" (فتح الباری ج ۶ ص ۲۷۸)۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

بحث ونظر

انسانی کلوننگ کا عمل

تحریر: ڈاکٹر عبداللہ ابن عبدالمحسن الترکی

ترجمہ: عبدالرحمن زریاب فلاحی

کلوننگ (شبیہ سازی) کوئی از سر نو تخلیق نہیں ہے کلوننگ ایک سائنسی عمل ہے جو بنیادی طور پر ان جسمانی خلیے اور موروثی نطفے پر منحصر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خالق کائنات کی قدرت کاملہ کا مظہر اتم بیضہ اور جسمانی خلیے و توارثی نطفے کے انتخاب کے ذریعہ ہی ان کا علاج پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے بیضہ کے لیے اللہ نے عورتوں کو مختص کیا ہے بیضہ کے ساتھ جسمانی خلیے کا علاج کرنے کے کے نتیجے میں بسا اوقات جنین کا ظہور ہو جاتا ہے لہٰذا اس سائنسی عمل کا اس تخلیق سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا جس کے معنی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں کلوننگ تو تخلیق شدہ مادوں کا محض علاج ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کلوننگ دراصل اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ عناصر کا غیر مستحسن طریقوں سے استعمال کا نام ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی اس سنت کی بھی مخالفت ہوتی ہے جو اس نے نسل انسانی کے بقاء و توا تر کے لئے مرد و زن کے درمیان رشتۂ ازدواج کی صورت میں قائم کی ہے اور جس کے نتیجے میں انسان کی اولاد نشو و نما کی مراحل طے کرتی ہے اور معاشرہ کو مختلف عادات و خصائل اور صلاحیتوں کے افراد دستیاب ہوتے ہیں

خالق حقیقی صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے وہی تنہا ساری چیزوں کا خالق ہے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزیں اسی کی تو مخلوق ہیں قرآن کا ارشاد ہے:

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے ''

(سورہ الزمر ۶۲)

وہ اللہ ہی کی ذات تو ہے جس نے انسان حیوان اور نباتات کو جوڑے جوڑے پیدا کیے ہیں قرآن کا ارشاد ہے ''وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ چیز ہوں جنھیں یہ جانتے بھی نہیں...... (سورہ یٰسین ۳۶)

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اللہ نے بشمول انسان کے اپنی ساری مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا ہے، اور تو خود جب کہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔

(سورہ مریم ۹)

بلاشبہ انسان کی کلوننگ کا مقصود انسان کی تخلیق جدید ہرگز نہیں ہے کیونکہ کلوننگ اور انسان کی تخلیق کے درمیان بڑا فرق ہے اس لیے کی انسان کی تخلیق کا نقطۂ آغاز مٹی ہے قرآن کا ارشاد ہے: ''لوگو! اگر تمھیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں'' (سورۃ الحج ۵)

وہ اللہ ہی تو ہے جو انسان، اس کے خلیے اور عورت کے اس بیضہ کا خالق ہے جس کے توسط سے کلوننگ کا عمل انجام پاتا ہے جبکہ کلوننگ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ تو بس ایک طرح کا سائنسی علاج بس ہے جو جسمانی خلیے یعنی (somatic cell) اور اس بیضہ (testidle testis Egg) جس کا مرکزہ نکال دیا گیا ہو سے عبارت ہے کلوننگ کا یہ عمل رابطہ العالم الاسلامی کی شاخ مجمع الفقہ الاسلامی کی درج ذیل تعریف کے عین مطابق ہے، ایک یا ایک سے زائد تعداد مخلوق بنانا خواہ ایسا جسمانی خلیہ سے حاصل کردہ مرکزہ کو اس بیضہ میں منتقل کرنے کے ذریعہ ہو جس کا مرکزہ نکال دیا گیا ہو یا قابل تولید بیضہ کو اعضاء و جوارح کے مرحلے سے پہلے ہی تنصیف کے ذریعہ ہوا ایسا کیا جائے ''۔

اس طرح کلوننگ کوئی نئی تخلیق نہیں ہے یہ تو بس اللہ تعالیٰ کے ایجاد کردہ طریقۂ تخلیق کی مخالفت ہے۔

پھر وہ لہو کا ایک لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ (سورۃ القیمہ ۳۸ ۳۹)

اسلام نے تو انسان کو چودہ صدی سے کچھ زائد عرصہ قبل ہی اللہ کی معجزانہ کائنات و مخلوق پر تفکر و تدبر کی دعوت دی ہے "انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے"

(۵۔۷) سورہ الطارق

"اور یقین والوں کے لیے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں" ۔سورہ الذاریات (۲۰۔۲۱)

اللہ رب العزت نے تو انسان کو اپنی عظمت اعجاز کا چیلنج challenge بھی دیا ہے اور بالکل صاف لفظوں میں واضح کر دیا ہے کہ مخلوق کلی طور پر تخلیق سے قاصر ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "یہ ہے اللہ کی مخلوق، اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی مخلوق تو دکھاؤ (کچھ نہیں) بلکہ یہ تو ظالم کھلی گمراہی میں ہیں" (سورہ لقمان: ۱۱)

"لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سن لو: اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے جمع ہو جائیں بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔ سورہ الحج (۷۳)

سابقہ تمام پیغام خداوندی کی طرح اسلام کے اندر بھی یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ صفت خلق سے صرف اللہ ہی کی ذات والا متصف ہے تخلیق اللہ کی خصائص ذاتیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس لیے وہی خالق وحدہ لاشریک ہے کسی اور کے لیے اللہ کے اس اختصاص میں فریق بننے کا کوئی امکان ہے ہی نہیں

اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سورہ نحل (۲۰)

شبیہ سازی) انسانی کلوننگ کی حرمت

رابطہ العالم الاسلامی اور اس کے اندر کی اکیڈمی برائے اسلامی فقہ نے انسانی کلوننگ کے ان پروگراموں کا جائزہ لیا جن کا مقصود و مطلوب اپنے بچوں تک رسائی حاصل کرنا ہے جو اپنی اس اصل کے مشابہ ہوتے ہیں جن سے ان کی کلوننگ کی گئی ہے اپنے وسائل و ذرائع کے ذریعہ وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ کلوننگ انسانی فطرت سے میل نہیں کھاتی کیونکہ اس سے انسان کی تخلیق سے متعلق اصل دینی نظریہ شکوک و شبہات کے گھیرے میں آ جاتا ہے چنانچہ رابطہ العالم الاسلامی کی اکیڈمی برائے اسلامی فقہ نے اپنے پندرہویں اجلاس منعقدہ رجب ۱۹ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں کلوننگ کی حرمت اور اس کاروبار کرنے والوں کو مجرم ٹھہراتے ہوئے ایک قرارداد صادر کی اس کے مطابق انسانی کلوننگ کی حرمت کی مندرجہ ذیل متعدد وجوہات ہیں:

۱۔ مرد و زن کے درمیان رشتۂ ازدواج کے ذریعہ انسان کی تخلیق و تکوین کی اللہ کی سنت پر کلوننگ ایک طرح سے ظلم و زیادتی ہے اللہ کے قائم کردہ نظام تناسل سے تجاوز و انحراف ہے اللہ کا ارشاد ہے، اے لوگو: ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں سورہ الحجرات (۱۳)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی اور اس کے اندر اپنی روح پھونکی اسے مکرم بنایا اور اسے بہترین صورت میں پیدا کیا ہے سورۃ التین (۴) لہٰذا اس کے کسی بھی مرحلۂ تخلیق سے کھیل کرنا جائز نہیں ہے وہ خلیہ، نطفہ، علقہ، مضغہ اور جنین میں سے کوئی بھی مرحلہ ہو۔

۳۔ کلوننگ سے بدشکل اور بھدے قسم کی انسانی شکلیں معرض وجود میں لائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے متعارض ہیں "جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی" (سورہ سجدہ: ۷) "اور اسی نے آسمانوں اور زمین کو عدل و حکمت سے پیدا کیا اسی نے تمہاری صورتیں بنائی اور بہت اچھی بنائی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے" (سورہ التغابن ۳)

۴۔ یقیناً کلوننگ اللہ کی سنت تخلیق و احیاء کے تغیر و تبدل کا نام ہے "انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ (سورہ طارق: ۵۔۷)

ساتھ ہی کلوننگ تناسل کے مشروع طریقہ کی بھی تبدیلی ہے پھر اسکی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی (سورۃ السجدہ: ۸)

کلوننگ کی کاروائیاں یا خاص فعل ایک ہی طرح کے متعدد اجسام تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انسان کے جینیاتی توارثی نطفے میں کھلواڑ پر اعتماد کرتی ہے اور ایسا کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ اللہ کی سنت تخلیق کی تبدیلی ہے لہذا یہ ایک شیطانی عمل ہے، اور ان سے کہوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں، سورہ نساء (۱۱۹)

۵۔ انسانی کلوننگ سے ہونے والی ولادتیں مختلط الانساب ہوتی ہیں اس کے باعث کسی مرد کے مادہ سے بنے کلون (شبیہ) کو اس سے اپنی نسبت کا علم ہی نہیں ہوتا، ایا کلون کو اس مرد کا جڑواں بھائی شمار کیا جائے گا جس سے وہ بنا ہے یا وہ اس کا بیٹا تصور کیا جائے گا اسی طرح عورت کے مادہ سے تیار کلون کو عورت کی جڑواں بہن مانیں گے یا اسکو بیٹی گردانا جائے گا یا اس کے علاوہ کچھ اور؟ وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا، سورہ الفرقان (۵۴) اور پھر کلون کے ساتھ تقسیم میراث اور قرابت کے دیگر احکام کے سلسلے میں کیا معاملہ کیا جائے گا

۶۔ انسان کے درمیان توالد و تکاثر کا واحد شرعی طریقہ مرد و زن کے درمیان

رشتۂ زوجیت ہے اللہ کا ارشاد ہے "اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں" (سورہ الروم: ۲۰)

رہی کلوننگ تو وہ توالد و تکاثر کی اس کوشش کا نام ہے جس میں اللہ کی سنت تخلیق کے مخالف طریقے استعمال کیئے جاتے ہیں یہ طریقے توالد و تکاثر کے اللہ کے اس واحد شرعی طریقے کے بھی منافی ہیں جس سے رشتے داری اور حسب و نسب کی وضاحت ہو جاتی ہے" وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے" (سورہ الفرقان: ۵۴)

۷۔ انسانی کلوننگ سے اس خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے جو اس معاشرہ کی بنیاد ہوا کرتا ہے جو انہیں سے وجود میں آتا ہے اس خاندان سے ایک شخص اپنا نام، اخلاق و کردار اور شہرت و ناموری پاتا ہے اور اس کی ہمدردی و حمایت سے بہرہ ور ہوتا ہے جبکہ کلوننگ سے ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے

۸۔ انسان کی تخلیق میں اللہ کی سنت تنوع و امتیاز کار فرما ہے یہ اللہ کی شان ہی تو ہے کہ وہ انسانی زندگی کو ہر طرح سے مکمل بناتا ہے جبکہ کلوننگ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک ہی طرح کے انسانی نسخے ڈھالتی چلی جاتی ہے ایسی صورت میں ان نسخوں کے درمیان تمیز و تفریق نہیں کی جاسکتی" اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے دانشمندوں کے لیئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں سورہ الروم (۲۲) چہ جائے کہ جسمانی مماثلت کی وجہ سے اصل مجرم اور اس کے ہم شکل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو۔

عالمگیر قانون کی ضرورت یقیناً انسانی کلوننگ ایک ایسا عمل ہے جو شرائع الٰہیہ کے مطابق حرام ہے اور جس کو صاحب اخلاق پسند نہیں کرتے حقیقت یہ ہے کہ عقلیت

پسند لوگوں کو ملحد بنانا چاہتے ہیں، دین کے اصول ومبادی سے آزاد ہونے اور رشتۂ ازدواج کو استوار کرنے کے بجائے اس سے فرار کی دعوت دے رہے ہیں۔

انسانی معاشرہ کی حفاظت وبقاء اور اس انسان کی سلامتی وحمایت کی غرض سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نوازا ہے "یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی"

(سورۃ الاسراء ۷۰)

رابطہ العالم الاسلامی انسانی کلوننگ کو اس اللہ کے ساتھ کھلا ہوا صریح اعلانِ خصومت تصور کرتی ہے جس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا سورہ النحل (۴) ساتھ ہی رابطہ کلوننگ کو ان بڑے بڑے فتنوں میں شمار کرتی ہے جس کے درپے ہونا اور روک لگانا مسلمانوں پر واجب ہے اسی کے پیش نظر رابطہ دنیا کی حکومتوں، تنظیمی اداروں، دینی جماعتوں اور بین الاقوامی ثقافتی اکیڈمیوں کو ان مندرجہ ذیل امور کی دعوت دیتی ہے کہ وہ

۱۔ انسانی کلوننگ کی کارروائی کی حرمت کا اعلان کریں کیونکہ وہ انسان کی زندگی، شادی بیاہ، توالد وتناسل سے متعلق پیغامِ الٰہی کی بنیادوں سے صریحۃً متعارض ہے۔

۲۔ اس امر پر زور دیں کہ مرد وزن کے درمیان معروف شرعی رشتہ، زوجیت ہی واحد طریقۂ توالد وتناسل ہے۔

۳۔ فنِ وراثت کے میدانوں میں علمی تحقیق کرنے والوں کے لئے ایسے قانونی ضابطے وضع کریں جو انسان کو لایعنی عمل اور بدطینت لوگوں کے مقاصدِ خبیثہ سے محفوظ رکھ سکیں۔

۴۔ علمی تحقیق کی آزادی سے متعلق ایسے قوانین بنائیں جن سے علمِ نافع کی حوصلہ افزائی ہو اور علمِ ضار یعنی غیر مفید علوم کی ممانعت ہوتی ہو جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے کہ منافع اور مصالح کے حصول پر فساد پیدا کرنے والی چیزوں ہی کو دفع کرنا مقدم ہے۔ لائق ترجیح ہے۔

۵۔ انسانی کلوننگ سے متعلق تجربوں پر روک لگائیں ایسے بین الاقوامی قوانین صادر کریں جو کلوننگ کی ہر شکل کو جرم کے کٹہرے میں لا کھڑا کرتے ہوں جو کلوننگ کا مشغلہ اپنائے ہوں اور جو لوگ اسکی حوصلہ افزائی کر رہے ہوں سب کو مجرم ٹھہرائے اور انھیں مناسب سزا دے۔

۶۔ عالمی کانفرنس کا انعقاد کریں جس میں ماہرین طب اور علماء وفضلا کی منتخب جماعت شریک ہو تاکہ وہ فنِ وراثت سے متعلق علوم کے لیئے خاص علمی سطح پر اخلاقی دستور وضع کرے جو نہ تو پیغامِ الٰہی سے متعارض ہو اور نہ ہی جس پر قوموں کے درمیان اختلاف ہو اس کی حیثیت یہ ہو کہ اسے بین الاقوامی قانون (international law) کا درجہ حاصل ہو جسکے نفاذ کا شرف انجمن اقوام متحدہ کو ہو جس دستور کے سامنے دنیا کی تمام حکومتیں، ادارے، اور جماعتیں سطحِ زمین پر انسان کے مستقبل کے پیش نظر سرنگوں ہو جائیں۔

۷۔ انسانی کلوننگ کی سرگرمیوں پر روک لگائیں اور انھیں اس حق کی دعوت دیں جس کی افزائش نسل کے لیئے اللہ نے ہدایت کی ہے

بلاشبہ یہ کل انسانیت اللہ کی مخلوق ہے لہٰذا اہلِ جہاں کو ان شرعی اصول وضوابط کی پیروی کا خوگر ہونا چاہئے جو ساری مخلوق کے محافظ ہیں انھیں لغو اور لایعنی لوگوں کی دسترس سے بچاتے ہیں اور انھیں اسی صورت پر باقی رکھتے ہیں جس پر اللہ نے انھیں پیدا فرمایا ہے

"اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا؟ جس رب نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا" (سورہ الانفطار ۶۔۸)

☆☆☆☆☆☆

بحث ونظر

جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہوجائے

مولانا محمد امجد قاسمی ندوی

استاذ دارالعلوم الاسلامیہ بستی

مشکل حالات، نازک ترین موقعوں اور حوادث کے تسلسل رواں میں اگر پیروان محمد عربی ﷺ ناامیدی، قنوطیت، اور مردہ دلی کا شکار ہوجائیں تو یہ طرز عمل خود کتاب وسنت سے بھی میل نہیں کھاتا، مصائب، دشمن کے حملوں کے خطرات اور نازک ترین صورتحال کے موقعہ پر اہل ایمان کا ردعمل کیا ہوتا ہے اسکا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے ﴿الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوكيل﴾ "وہ ایسے مؤمن ہیں کہ ان سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں، ان سے ڈرو، تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔" (آل عمران: ۱۷۳) کامل اہل ایمان کا یہ وصف بیان کیا جارہا ہے کہ ہر طرح کے خطرات میں ان کا ایمان بے حد توانا اور ان کا قدم جادۂ مستقیم پر پوری طرح استوار ہوتا ہے، وہ تمام ظاہری اسباب حتی المقدور اختیار کرتے ہیں پھر نتائج اللہ کے سپرد کرکے بے فکر ہوجاتے ہیں، سورۂ احزاب غزوۂ خندق کی تصویر کشی فرمائی گئی ہے، اس موقعہ پر مختلف قبائل عرب بڑی تعداد میں یکجا ہوکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے، مدینہ کے یہودیوں نے منافقوں سے مل کر کافروں کے ساتھ سازباز کر رکھی تھی، صورتحال بے حد نازک اور پیچیدہ تھی، لیکن اس عالم میں بھی قرآن کی زبان میں ﴿ولما رأى المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله و رسوله وصدق الله و رسوله وما زادهم إلا ايمانا وتسليما﴾: "سچے مؤمنوں کا حال اس وقت یہ تھا کہ جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اللہ اور اس کے رسول کی بات بالکل سچی تھی، اس واقعہ نے ان کے

ایمان اور ان سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔" (الاحزاب: ۲۲) دل کے روگی منافق تو دشمن کے لشکر جرار کو دیکھ کر اللہ ورسول کے وعدوں کو جھوٹ اور فریب قرار دینے لگے، وہ سمجھ رہے تھے کہ پھولوں کی سیج پر اور بیٹھے بیٹھے قدم چل کر سب کچھ مل جائیگا، مگر اہل ایمان کو یہ وعدے یاد تھے کہ انہیں مصائب کے طوفان سے مقابلہ کرنا ہوگا، سخت ترین ابتلاء سے گزرنا ہوگا، ہر طرح کی قربانیاں دینی ہوں گی، اس راہ کے خار برداشت کرنے ہونگے تب جا کر اللہ کی نوازشیں اور عنایتیں اتریں گی اور دنیا وعقبی کی کامرانی عطا ہوگی، قرآن خود اسی کو یوں بیان کرتا ہے ﴿ام حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم مستهم البأساء والضراء وزلزلوا حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه متى نصر الله ألا إن نصر الله قريب﴾: کیا تم نے یہ باور کر رکھا ہے کہ تم سابق اہل ایمان پر گذرے حالات سے گذرے بغیر یونہی جنت میں داخل ہوجاؤ گے، ان پر سختیاں اور مصائب آئے، انہیں ہلا دیا گیا یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئیگی؟ سنو اللہ کی مدد آنے کو ہے: (البقرۃ: ۲۱۴) کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ بس وہ دعوائے ایمان پر چھوڑ دیے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہ جائیگا، حالانکہ ہم نے ان سب کو آزمایا جو ان سے پہلے گذرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟: (العنکبوت: ۲-۳)

ان آیات کے ذریعہ یہ بتادیا گیا ہے کہ آزمائشوں کی بھٹی میں اہل ایمان کو تپایا ضرور جائے گا، اب جو سچے اہل ایمان ہوں گے وہ طوفان مصائب میں اور زیادہ ثابت قدم، راضی برضا اور سر تسلیم خم کرنے والے رہیں گے، اور ان کے ایمان واطاعت میں ذرا بھی تزلزل نہیں آئے گا۔

مؤمن صادق کی پہچان ہی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی خاطر مشقتیں اٹھائے، جان ومال کا زیاں برداشت کرے، ہر طرح کی سختیاں جھیل جائے، خطرات ومصائب کا مقابلہ کرے، کسی طرح کی ترغیبات وتحریصات اور تہدید وخوف کے دام میں نہ الجھے، اپنی ہر عزیز ومحبوب چیز کی قربانی برضائے قلب پیش کرے، اہل ایمان پر مصائب ومشکلات کے طوفان میں جب بھی خوف وگھبراہٹ طاری ہوئی ہے ہر اس موقعہ پر قرآن نے یہی بات دہرائی ہے، ہجرت مدینہ کے بعد

معاشی واقتصادی دقتیں، بیرونی دشمن کے خطرات، اندر سے یہود و منافقین کی ریشہ دوانیاں اور ان کے علاوہ متعدد مشکلات تھیں جو اہل ایمان کو پریشان ومضطرب کیے ہوئی تھیں، قرآن نے اس وقت بھی فرمایا تھا کہ آزمائشوں کے مرحلے سے گزرنا ضروری ہے اس کے بغیر نصرت الٰہی کا وعدہ پورا نہ ہوگا، غزوۂ احد کے موقعہ پر بھی یہی فرمایا گیا کہ ''کیا تم نے یہ باور کر رکھا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں ہے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور ثابت قدم رہنے والے کون ہیں'' (آل عمران: ۱۴۲) ''اللہ کی حکمت کے خلاف ہے کہ مومنوں کو اسی طرح رہنے دے جس طرح وہ اب ہیں کہ سچے اور جھوٹے مدعیان ایمان خلط ملط ہیں، اللہ باز نہ رہے گا جب تک خبیث وطیب کو چھانٹ کر الگ الگ نہ کر دے'' (آل عمران: ۱۷۹) واضح فرمادیا گیا کہ آزمائش ہی وہ واحد کسوٹی ہے جس سے کھرا اور کھوٹا پرکھا جاتا ہے، آزمائشوں کے موقعوں پر کھوٹا خود بخود صراط مستقیم سے منحرف ہو جاتا ہے، اور کھرا ثابت قدم رہتا ہے، خدا کی نوازشات انھیں پر ہوتی ہیں جو راست رو اور ثابت قدم ہوتے ہیں، ہر آزمائشوں میں کھرے ثابت ہوتے ہیں، ہر زمان سے کوسوں دور رہتے ہیں، تاریخ کے ہر دور میں یہی ہوا ہے کہ کھرے اور کھوٹے کی پرکھ کے لئے اہل ایمان کو آزمائشوں کی بھٹی میں ڈال کر تپایا ضرور گیا ہے، پھر جو کھرے اترے ہیں، انھیں دنیا وعقبیٰ کی فلاح کی ضمانت دی گئی ہے، اور انھیں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''یہ اللہ کا گروہ ہے جس کے حق میں فلاح لکھ دی گئی ہے'' اور جو زور و شور سے دعوائے ایمان تو کرتے ہیں مگر آزمائشوں میں کھوٹے اترتے ہیں ان کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے اور انھیں ''شیطان کا گروہ'' بتایا گیا ہے جس کے لئے خسارہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے ''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے مگر جب راہ خدا میں وہ ستائے گئے تو وہ انسانوں کی سزا سے ایسے ڈرے جیسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے تھا'' ۔ (العنکبوت: ۱۰)

اس وقت پوری دنیا کے اہل ایمان ہر طرف سے مصائب، خطرات اور آزمائشوں کی زد میں ہیں، اسلام دشمن قوتیں یکجا ہو کر اہل ایمان پر ہر طرح سے حملہ آور ہیں، یہ ساری دشمنانہ کارروائیاں فی الواقع اسلام کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ اسلام کو غالب رکھنے اور اس

کے نور کو کبھی گل نہ ہونے دینے کا فیصلہ اس ذات باری کا ہے جس کے قبضہ میں پورا نظام ہستی ہے اور جو خالق و مالک بھی ہے اور مقتدر و حاکم اعلیٰ بھی، اس کے علم و حکم کے بغیر کوئی پتہ تک نہیں ہل سکتا، قرآن خود کہتا ہے ''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، بحر و بر میں جو کچھ ہے، سب سے وہ واقف ہے، درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں ہے جس کا اسے علم نہ ہو، زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو'' ۔ (الانعام: ۵۹)

یہ خدائے بزرگ و برتر دین حق کے بارے میں فرماتا ہے کہ ﴿یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون﴾ ''یہ لوگ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو'' (التوبۃ: ۳۲)

حق سے باطل کا مقابلہ تاریخی تسلسل ہے جس میں بالآخر ہر بار حق کی طاقت غالب رہی ہے، تمام انبیاء کرام کو اپنے مخلص پیروؤں کے ساتھ ہر دور میں باطل کی بے پناہ قوت سے سامنا رہا ہے، اور انجام کار باطل کی قوت پست اور فنا کی جاتی رہی ہے، یہ اللہ کی سنت ہے جو کبھی تبدیلی سے آشنا نہیں ہوتی، ہر نبی نے اپنی قوم کو خدائے واحد کی خالص بندگی اور معبودان باطلہ سے کنارہ کشی کی دعوت دی، مگر قوم نے دھمکیاں دیں، اذیتیں دیں، مصائب پہنچائے جس کا نتیجہ ہلاکت و ذلت کے سوا کچھ بھی ان کو نہ ملا، قرآن کہتا ہے ''قوم ثمود کے سامنے ہم نے راہ راست پیش کی مگر انھوں نے راستہ دیکھنے کے بجائے اندھا بنا رہنا ہی پسند کی، آخر ان کے کرتوتوں کی بدولت ذلت کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑا، اور ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے تھے اور گمراہی وبدعملی سے پرہیز کرتے تھے'' (حم السجدۃ: ۱۷۔۱۸) ''قوم عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ ان کو یہ نہ سوجھا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے، وہ ہماری آیات کا انکار ہی کرتے رہے، آخرکار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی تا کہ انھیں دنیا ہی میں ذلت ورسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے، وہاں

کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا"۔ (حم السجدۃ:۱۵۔۱۶) فرعون کے تذکرہ میں قرآن کہتا ہے کہ" اس نے لوگوں کو پکار کر کہا کہ میں تمہارا رب برتر ہوں، آخر کار اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا، درحقیقت اس میں ڈرنے والے کے لئے بڑا سامان عبرت ہے"۔ (النازعات:۲۳۔۲۶) یہی انجام ہر باطل کا ہوا ہے کہ اس کو تہس نہس کر دیا گیا۔

روایات میں آتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ میں کفار نے جب اہل ایمان پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، زندگی اجیرن بنادی تھی اور ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی، حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ پر بھی مشق ستم کی گئی، اور انھیں تپتی ریت میں انگاروں میں ڈالا اور گھسیٹا گیا، وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کا رخ انور جوش وجذبہ سے سرخ ہو گیا، اور آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو اہل ایمان گزر چکے ہیں ان پر تم سے کہیں زیادہ مصائب آئے، سختیاں آئیں، کسی کو زمین میں گڈھا کھود کر بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرے چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے، کسی کے جوڑوں پر لوہے کے کنگھے گھسے جاتے تھے تا کہ وہ ایمان سے کنارہ کش ہو جائے، بخدا یہ کام پورا ہو کر رہے گا......

ایک طرف اہل ایمان کو ہر طرح کی قربانیاں اور مصائب برداشت کرنے کی دعوت ہے تو دوسری طرف مخالفین اور دشمنوں کو تنبیہ بھی ہے، انھیں سے کہا جا رہا ہے" کیا یہ لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں کہ انھیں ان لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان سے بہت زیادہ طاقتور تھے؟ اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (الفاطر:۴۴)" کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اپنے اگلوں کا انجام دیکھتے، اللہ نے ان کا سب کچھ ان پر الٹ دیا، اور ایسے ہی نتائج ان کافروں کے لئے مقدر ہیں، یہ اس لئے کہ ایمان والوں کا حامی وناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی وناصر کوئی نہیں"۔ (محمد:۱۰۔۱۱)

اہل باطل شاید اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان کی رسی اللہ کے ہاتھ میں ہے، آج

اگر اللہ انھیں ڈھیل دیے ہوئے ہے تو عنقریب وہ انھیں مبتلائے عذاب فرمائے گا، اور خود اللہ فرماتا ہے کہ اس کی پکڑ بڑی سخت اور تعمیر سب سے اچھی اور کارگر ہے، اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان زمانہ کے نشیب وفراز کو گردش دیتا رہتا ہے، جس کا مقصد آزمائش اور طیب وخبیث کو چھانٹ کر الگ کرنا ہوتا ہے، آج کے حالات کو بھی اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے واسطہ سے تمام اہل ایمان کو یہ نصیحت فرمائی گئی کہ مخالفین اسلام کے شور اور نعروں سے دبنا، ان کی افتراپردازیوں اور تہمت طرازیوں سے مرعوبیت، ان کے طنز وتضحیک سے پست حوصلہ ہونا، ان کی دھمکیوں اور ایذا رسانیوں سے ڈرنا، ان کی تحریصات میں الجھنا اور ان کے دام میں پھنسنا ہرگز مومن کامل کا شیوہ نہیں ہے، اس لئے ﴿فاصبر ان وعد الله حق ولا يستخفنك الذين لا يوقنون﴾ "صبر کرو، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور ہرگز ہلکا نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے"۔ (الروم:۶۰)

اس وقت قطعاً انھیں ثابت قدم اہل ایمان کا ہے جو سرفروشی اور جاں بازی کے جذبہ سے سرشار ہوں، وہی آزمائشوں میں کھرے اترتے ہیں، اقبال نے انھیں کے قحط کا رونا رویا ہے۔

مسلمانے کہ مرگ از وے بلرزد
جہاں گردیدم و او را ندیدم

دنیا گھومنے کے بعد بھی ایسا مسلمان نہیں ملتا جو موت سے نہیں بلکہ موت اس سے ڈرتی اور لرزتی ہو، ایسے ہی افراد کی آج امت کو ضرورت ہے۔

یہ مصرع کاش نقش ہر در و دیوار ہو جائے
جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہو جائے

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

بحث ونظر

حرم مکی میں داخل ہونے کیلئے کیا احرام ضروری ہے

(آخری قسط)

ابومحمد کامظفر اللہ خاں (جدہ)

۱۳۔ ہر سال حج کے موقع پر حاجیوں کی خدمت کے لئے میقات کے باہر سے (ریاض، مدینہ، دمام، تبوک وغیرہ سے) مختلف شعبوں سے متعلق افراد مثلاً ڈاکٹر، پولس، ٹیکنیکل افراد وغیرہ بلائے جاتے ہیں اگر یہ لوگ بھی احرام میں ہوں تو حاجیوں کی خدمت نہیں کر پائیں گے اور اپنی ڈیوٹی صحیح سے نہیں انجام دے سکیں گے، ان کے لئے احرام کو ضروری قرار دیا جائے تو ایسے افراد محرومی کے احساس سے دل میں چبھن محسوس کریں گے اور صحیح طریقہ سے خدمت نہیں انجام دے سکیں گے جو حج کا ارادہ کرے وہی احرام باندھے ورنہ اسے اختیار رہے، بعض شعبے ایسے ہوتے ہیں کہ احرام کی حالت میں رہ کر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا مشکل نہیں ہوتا لیکن بعض شعبوں میں احرام کی حالت میں رہ کر اپنی خدمات انجام دینا بہت حرج ومشقت کا کام ہوتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احرام باندھنے کا معاملہ اختیاری رہے۔

اس موقع سے یہ بات ذہن میں آسکتی ہے کہ انتظامات کے لئے میقات کے اندر موجود افراد سے کام لیا جائے لیکن یہ شرط بہت حرج ومشقت پیدا کرے گی اور جو افرادی قوت درکار ہوتی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور یہ ضروری نہیں کہ یہ افرادی قوت مطلوبہ معیار وعدد کے مطابق میقات کے اندر سے ہی مہیا ہوسکے، یہ ایسا ہی ہوگا جیسے اندرون خاندان ہی آپس میں شادی کرنے کی شرط عائد کردی جائے۔

۱۴۔ ایک شخص احرام باندھ کر "افراد" کی نیت کرکے آفاقی راستہ سے منیٰ پہنچ جاتا ہے وہاں سے عرفات اور مزدلفہ اور واپس منیٰ آکر رمی جمار کرکے تقصیر یا حلق کے بعد

احرام کھول لیتا ہے اور غسل کرکے سلے ہوئے کپڑے پہن کر طواف زیارت کے لئے حرم مکی میں داخل ہوتا ہے یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حج کی نیت کے ساتھ میقات پر احرام باندھ کر آیا، حج کے مناسک ادا ہوئے اور حرم مکی کی حاضری بغیر احرام کے ہورہی ہے اس پر کوئی دم نہیں، اگر یہ احرام حرم مکی کے منافی نہیں ہے تو عام حالات میں ایک شخص جو میقات سے باہر رہنے والا ہے وہ بغیر احرام کے طواف کرسکتا ہے، احرام اس وقت باندھے گا جب وہ عمرہ یا حج کرنا چاہتا ہے۔

۱۵۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جو خلاصہ احرام کو ضروری قرار نہ دیئے جانے کی بابت پیش کیا ہے اسے ہم مستحضر رکھنے کے لئے نیچے لکھ دیتے ہیں۔

(الف) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میقات سے گزرنے والے لوگوں پر اس وقت احرام لازم قرار دیا جب کہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب عمرہ کرکے مدینہ تشریف لائے اور قدید ہی میں معلوم ہوا کہ مدینہ پر فوج کشی ہوچکی ہے تو مکہ واپس آگئے اور بلا احرام کے داخل ہوئے اس روایت کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے بسند متصل اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً نقل کیا ہے۔

(ج) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحاح ستہ میں تفصیل موجود ہے جو حج سے متعلق دوسری ضروریات کے لئے مکہ مکرمہ بھیجے گئے تھے انھوں نے میقات سے احرام نہیں باندھا تھا اور اسی لئے شکار بھی فرمایا تھا۔ (نیل الاوطار ج:۴، ص ۳۰۰)

(د) غزوۂ خیبر کے بعد آپ ﷺ نے حجاج بن علاط کو مکہ بھیجا اور وہ بھی بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے۔ (نیل الاوطار جلد:۴، ص ۳۰۱)

(ہ) احرام کا تعلق اصل میں حج وعمرہ کی عبادت سے ہے نہ کہ حرم شریف کے احترام سے یہی وجہ ہے کہ احرام حج وعمرہ کی تکمیل ہی پر کھولا جاتا ہے۔ اگر احرام حرم کی بنا پر احرام باندھنا واجب ہوتا تو حل میں رہنے والوں کے لئے احرام ضروری ہوتا

ان تمام نکات سے یہ بات بالکل واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ احرام باندھنا

حد میں داخل ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ وہ لوگ جو حج یا عمرہ کی غرض سے داخل ہوں ان کے لئے ضروری ہے۔

۱۶۔ جو حضرات میقات کے باہر سے آنے والوں کے لئے احرام کو ضروری قرار دیتے ہیں ان کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی مختلف روایتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔ اس موضوع پر مصنف ابن ابی شیبہ کی مختلف روایتوں کی تحقیق مولانا شعیب اسلم عمدوی صاحب نے کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(الف) یہ کتاب ''مصنف ابن ابی شیبہ'' جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے حدیث کے ساتھ ساتھ آثار صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے استنباطات پر مشتمل ہے اس کی حیثیت سنن کی سی نہیں ہے۔

(ب) اکثر علماء جو مکہ میں بغیر احرام کے داخلہ پر پابندی کے قائل ہیں ان کا انحصار مصنف ابن ابی شیبہ کی روایتوں پر ہے یا بخاری و مسلم کی احادیث کی تاویل پر، ابن شیبہ کی روایتیں اس درجہ کی نہیں ہیں کہ اس کی بنیاد پر یہ حکم ثابت کیا جائے۔

(ج) "لا یجاوز احد الوقت الا المحرم" (میقات سے صرف محرم ہی گزر سکتا ہے) یہ روایت ضعیف اور مرسل ہے، سند کے اعتبار سے اس لئے ضعیف ہے کہ عبدالسلام بن حرب کو اگرچہ ابن حجر نے ثقہ حافظ کہا ہے مگر ساتھ ہی لکھا ہے کہ ان سے منکر روایتیں بھی کافی ہیں۔ ''ص ۱۱'' حدیث میں مضبوط نہیں ہے، حافظہ کمزور ہے سعید بن جبیر گرچہ ثقہ ہیں مگر حدیث مرسل ہے۔

(د) لا یجاوز احد ذات عرق حتی یحرم (یہ روایت بھی ضعیف اور مرسل ہے، ضعیف اس لئے کہ اس کے راویوں میں ایک راوی ''شریک'' ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے (علماء کے اقوال کی روشنی میں) کہا ہے کہ ''صدوق یخطئ کثیر'' اور ایک راوی ''عطاء'' ہیں جو صدوق ہیں مگر وہم ان کو بہت ہوتا ہے۔

(ہ) اذا جئت من بلد آخر فلا تجاوز الحد حتی تحرم (جب تم کسی دوسرے ملک یا شہر سے آؤ تو بغیر احرام کے مکہ میں نہ داخل ہو) یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں ایک راوی ''ابن فضیل'' (محمد بن فضیل) غالی شیعہ ہے اور روایت

''مجاہد'' جو کہ تابعی ہیں ان ہی تک پہنچتی ہے۔

۱۷۔ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے اپنے مقالہ میں علامہ ابن ہمام کا قول لکھا ہے کہ ''ممن اراد الحج والعمرۃ'' میں منطوقات مراد لینا مفہوم مخالف سے بہتر ہے لیکن یہ اس وقت صحیح ہے جب کہ تعلق واضح اور جید ہو جس طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نص قرآنی "ولیطوفوا بالبیت العتیق" کو بنیاد بنا کر بحث کرتے ہیں کہ طواف کا حکم غیر مشروط ہے، اس طرح مضبوط بنیاد تعلق کی ہو تو مفہوم مخالف کمزور ہوگا لیکن یہاں "ممن اراد الحج والعمرۃ'' کا مفہوم زیادہ واضح ہے، سہل العمل ہے، ہر حرج و مشقت سے دور ہے، ہر مسئلہ کو حل کرتا ہے، کسی بھی زمانہ میں کسی بھی علاقہ کے لئے آسانی فراہم کرتا ہے، مزاج شریعت سے ہم آہنگ ہے، کسی نص صریح سے ٹکراؤ نہیں ہے۔

مولانا محترم نے سورۃ القریش کے حوالہ سے یہ بات صحیح لکھی ہے کہ حرم کی مجاورت کی وجہ سے قریش کو جو مادی سہولتیں حاصل تھیں انہیں یاد دلا کر اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کی طرف متوجہ کر رہا ہے اس سے کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے؟ لیکن اس گھر کے رب کی عبادت سے یہ مراد لینا کہ ہر آنے والا احرام باندھ کر آئے تبھی وہ بندگی کا حق ادا کر سکے گا صحیح نہیں ہے، یہاں پر اللہ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو کا درس توحید دیا جا رہا ہے۔

مولانا مزید لکھتے ہیں کہ عموماً عمرہ میں بمشکل دو گھنٹے لگتے ہیں تو کیا ایک مسلمان تاجر یا ٹیکسی کے ڈرائیور کے لئے دو گھنٹے نکال لینا مشکل کام ہے؟! اس تحریر میں حرم کی سے متعلق محبت و احترام کے جو جذبات ہیں وہ عیاں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ عملاً یہ بہت دشوار ہے کہ ہر حاضری کے وقت عمرہ یا حج کو ضروری سمجھ کر ادا کیا جائے، عام طور سے تاجر یا ٹیکسی ڈرائیور حضرات نسبتاً کم دیندار ہوتے ہیں (الا ماشاء اللہ) لیکن جو دیندار حضرات خالص دینی کاموں میں مصروف ہیں وہ بھی ہر حاضری کے موقع پر عمرہ نہیں کر پاتے اور نہیں کرتے اس لئے کہ اس میں حرج ہے، ہر شخص کو احرام کا پابند کر دینے میں بہت مشقت ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ (وباللہ التوفیق)

☆☆☆☆☆

بحث ونظر

سنگھ کے دوسرے سرسنگھ چالک

"گروگوالکر کی مختصر سوانح حیات"

دانش ریاض

راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کے ترجمان "پانچ جنیہ" نے اپنا حالیہ خصوصی شمارہ "ہیڈ گیوار اور گولوالکر" کی شخصیت پر روشنی ڈالنے والا نکالا ہے۔ اس شمارے کے اجراء کے بعد ۲ اپریل ۲۰۰۳ء کو راکیش سنہا کی کتاب کا اجراء وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی نے کیا۔ کتاب تھی "ڈاکٹر ہیڈ گیوار کی سوانح عمری" ان واقعات سے قبل سنسد ہال میں ساورکر کی منقش تصویر کے آویزاں ہونے کا معاملہ زیر بحث رہا ہی ہے۔ اس وقت گولوالکر کی شخصیت پر روشنی ڈالنا انتہائی ضروری ہے جنھوں نے سنگھ کے توسیع واستحکام میں اہم کردار ادا کیا اور ہیڈ گیوار کے ذریعہ کئے گئے مسموم ذہنوں کو مزید زہر ہلاہل کا ایسا جام پلایا جس کا تریاق اب ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا۔ مادھوراؤ سداشیوراؤ گولوالکر ۱۹ رفروری ۱۹۰۶ء کو دوشنبہ کے دن ناگپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سداشیوراؤ ایک ٹیچر تھے اور ماں لکشمی بائی ایک مذہبی اور گھریلو عورت تھیں۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں میٹرک (ہائی اسکول) کا امتحان پاس کیا اور ناگپور ہی کے ہسلاپ کالج میں داخلہ لے لیا۔ گھر میں مذہبی رجحان ہونے کی وجہ سے بچپن سے ہی ان کے خیالات بھی مذہبی تھے۔ انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد گھر والوں نے انھیں بنارس ہندو یونیورسٹی (BHU) روانہ کر دیا، جہاں انھوں نے BSC میں داخلہ لے لیا۔ BSC اور NSC کے امتحانات دینے کے بعد مدراس سے پی سی کلچر میں تحقیقی کام شروع کیا، لیکن گھریلو مسائل کی بنا پر ناگپور واپس آگئے۔ ۱۹۳۵ء میں LLB کا امتحان دیا اور کچھ عرصے تک وکالت سے جڑے رہے، اسی سال یعنی ۱۹۳۵ء ہی میں یہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں مدرس ہو گئے۔

گولوالکر جب BHU میں BSC کے اسٹوڈنٹ تھے اسی وقت ان کے مراسم اپنے علاقے سے آئے ہوئے لوگوں سے ہوئے۔ نانا جی پیاس اور بھیا جی دانی وغیرہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں سنگھ کے قیام واستحکام کے لئے قیام پذیر تھے، جب انھیں گولوالکر کے بارے میں معلوم ہوا تو ان لوگوں نے ان سے راہ ورسم پیدا کرنا شروع کیا، کہتے ہیں کہ چونکہ گولوالکر بچپن سے ہی ہندو تہذیب وثقافت کے رسیا تھے، ان کے ویراگی فکروخیال پر جب ہندتوا کی چھاپ پڑی تو رنگ بڑا "چوکھا" آیا گولوالکر کے اندر خدمت خلق کا جذبہ موجود تھا اور اپنے اسی جذبے کی وجہ سے وہ پہچانے بھی جاتے تھے۔ جب انھوں نے سنگھ میں شمولیت اختیار کی تو پہلے سے بنا بنایا فیلڈ ان کی راہ میں بڑا معاون ثابت ہوا۔ سنگھ کی ایک خصوصیت ہمیشہ سے رہی ہے کہ وہ ذہین بچوں کو فوراً اپنے قریب کرنے کے لئے مختلف ذمہ داریاں تفویض کرتا ہے، ایسا ہی گولوالکر کے ساتھ بھی ہوا اور وہ اپنی خوش خلقی کی وجہ سے فوراً ہی "گروجی" کے نام سے مشہور ہو گئے۔

۱۹۳۳ء میں وہ دوبارہ BHU سے ناگپور واپس آگئے اور ۱۹۳۴ء تک تلسی باغ شاکھا کے کاریہ واہک رہے۔ آکورہ کے تعلیمی شعبے میں کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو فکری اعتبار سے مستحکم ہو، گولوالکر اس کے لئے موزوں تھے لہٰذا انھیں وہاں بھیج دیا گیا۔ لیکن اس ویراگی شخص کے روح کو وہاں سکون نہیں ملا، سکون قلب کی خاطر وہ سوامی اکھنڈ انند کے پاس سارگاچھی مغربی بنگال چلے گئے اور انھیں کی ارادت میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء تک قیام پذیر رہے، ۷ رفروری ۱۹۳۷ء کو اکھنڈ انند کی وفات ہو گئی، اکھنڈ انند کی وفات کا گولوالکر پر بڑا اثر پڑا، وہ پریشان حال ناگپور واپس آئے، ہیڈ گیوار نے دوبارہ ملاقات کی اور پیاسی روح کو یہ کہہ کر کہ تم سنگھ کا کام کرو تمھیں سکون ملے گا۔ ایک مرتبہ پھر ذمہ داری دی گئی۔

سنگھ قیام کے ساتھ ہی وسعت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا، فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ سنگھ ہندوؤں کے اندر عدم تحفظ کا احساس پیدا کر رہے تھے اور مسلم دشمنی میں انتہا تک جانے کی تیاری کر رہے تھے، اس توسیع کو دیکھتے ہوئے ہیڈ گیوار کو ایک ایسے معاون کی ضرورت تھی جو پورے نظم پر دسترس رکھتا ہو اور علمی محاذ پر بھی مقابلہ کر سکتا ہو۔ گولوالکر کے اندر یہ خوبی بدرجہ اتم

موجود تھی لہٰذا ہیڈگیوار کی نظر بھی ادھر ہی گئی اور ۱۳ راگست ۱۹۳۹ء کو "گرو پوجن اتسو" کے موقع پر گولوالکر کو "سرکاریہ واہک" "جنرل سکریٹری" منتخب کیا گیا۔

گولوالکر کم عمر کے نوجوان تھے اور سنگھ میں بڑے بوڑھوں کی تعداد تھی لیکن اس کے باوجود بھی ہیڈگیوار نے اس نوجوان کا انتخاب کر کے تنظیم کو ایک نئی جہت عطا کی۔ ڈاکٹر مونجے، ڈاکٹر پرانجپے وغیرہ اساسی رکن تھے لیکن ان کو نظر انداز کیا گیا۔ سنگھیوں کی زبان میں یہ انتخاب اس لئے تھا کہ تنظیم کے اندر سمع وطاعت کا جذبہ پیدا ہو اور عمر کے بجائے کام کے لحاظ سے لوگوں کو اولیت حاصل ہو۔

گولوالکر جب سرکاریہ واہک بنے تو ہیڈگیوار نے ہر مجلس میں انہیں ہی آگے رکھا، اپنی علمی صلاحیت واستعداد کی بنا پر وہ ہر محفل میں اپنی گرفت بنا لیتے۔ اس سے تنظیم کو نئے افراد تیزی سے ملنے لگے۔ گولوالکر نے ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اپنا معمول بنایا کہ ہر سال پورے ملک میں پھیلی شاکھاؤں کا وہ کم از کم دو مرتبہ دورہ ضرور کریں گے۔ ہر ہر فرد سے قربت کے لئے ان کا یہ دورہ انتہائی دوررس نتائج رکھتا تھا۔

ہیڈگیوار کے انتقال کے بعد ۳ رجولائی ۱۹۴۰ء کو ناگپور کے ریشم باغ میں گولوالکر کو ذمہ داری تفویض کی گئی اور وہ سنگھ کے دوسرے سرسنگھ چالک بنے۔ سنگھیوں کے مطابق ہیڈگیوار جب بستر علالت پر تھے تو گولوالکر ہی دورہ وغیرہ کیا کرتے تھے۔ مرض نے جب شدت اختیار کی تو ہیڈگیوار نے گولوالکر کو بلوایا اور انتقال سے چند روز قبل اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ کر کہا "میں نے ایک بیج بویا تھا اور اس وقت میں صرف اس کی کونپلیں دیکھ رہا ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ تم اسے سینچ کر تناور درخت ضرور بناؤ گے۔ گولوالکر نے انتہائی جذبات میں جواب دیا "پرم پوجیہ! آپ کا سپنا ضرور ساکار ہوگا۔" آپ نے تین ورش میں اسے ہندو راشٹر بنانے کا سنکلپ لیا تھا اور وہ ساکار ہو گیا، اتنا بڑا سنگٹھن اس کا پرتیک ہے۔" سنگھ چالک بننے کے بعد گولوالکر نے پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور اپنے پرم پوجیہ کے سپنے کو ساکار بنانے کے لئے تمام لوگوں سے سنکلپ لیا۔ گھر کے لوگوں نے جب ان پر دباؤ ڈالا تو انھوں نے گھر سے ہی رشتہ توڑ لیا اور اپنی پوری زندگی سنگھ کے لئے وقف کر دی۔

ملکی سطح پر تو انھوں نے تنظیم کو مستحکم کیا ہی بین الاقوامی طور پر بھی انھوں نے تنظیم کا تعارف کروایا۔ مالی طور پر سنگھ کو مضبوط کرنے کے لئے انھوں نے باہر کے لوگوں سے اپیل کی۔ خصوصاً خلیجی ممالک میں مقیم ہندوؤں سے تعلقات مستحکم کئے اور وہاں سے مالی تعاون حاصل کیا۔

سوئم سیوک گوڈسے نے جب مہاتما گاندھی جی کا قتل کیا تو تنظیم پر پابندی عائد کر دی گئی، مہاتما گاندھی کے قتل میں ساورکر نے اہم کردار ادا کیا اور ملزم کی حیثیت سے جیل میں بھی رہے۔ اس اچانک صورتحال سے پوری تنظیم سکتے میں آگئی تو گرو گولوالکر نے سنگھ کو ہی منسوخ کروا دیا۔ سنگھ کی منسوخی کے بعد گولوالکر نے تنظیم کے لئے دستور ترتیب دیا اور پالیسی و پروگرام بھی ترتیب دیئے۔ اس سے قبل گولوالکر کی کتاب Wewd our natianhod defiend ہی پڑھی جاتی اور جذبۂ قومیت کو ابھارا جاتا۔ پابندی کے ایام میں گرو گولوالکر نے تنظیم کو فکری طور پر مستحکم کیا۔ اور لٹریچر کا عظیم ذخیرہ تیار کرنے اور کروانے پر توجہ دی۔ گرو گولوالکر کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ جہاں انھوں نے تنظیم کو وسعت دی وہیں سیکڑوں نوجوان پرچارک تیار کئے جنھوں نے ملک و بیرون ملک چل کر تنظیم کا تعارف کروایا۔ گرو گولوالکر نے جن تنظیموں کو قائم کیا وہ ہیں (۱) گورکشا بچاؤ تنظیم ۱۹۶۲ء (۲) دین دیال ریسرچ سنستھان ۱۹۷۲ء (۳) اکھل بھارتیہ گراہک پنچایت ۱۹۷۲ء (۴) بھارت وکاس پریشد ۱۹۶۳ء۔

تعلیمی شعبے میں تنظیم کو استحکام بخشنے کے لئے (۱) سرسوتی شیشو مندر ۱۹۵۳ء (۲) اکھل بھارتیہ ساہتیہ پریشد ۱۹۶۶ء (۳) بھارتیہ شکشن منڈل ۱۹۶۹ء (۴) اتہاس سنکلن یوجنا ۱۹۷۳ء (۵) اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد ۱۹۴۹ء۔ سیاسی میدان میں تنظیم کو وسعت دینے کے لئے (۱) بھارتیہ جن سنگھ (بھاجپا) ۱۹۵۱ء (۲) وشو ہندو پریشد ۱۹۶۴ء (۳) بھارتیہ مزدور سنگھ ۱۹۵۵ء کو قائم کیا۔

سادھو روپی اس عظیم شخص نے تنظیم کو جس طرح سنوارا اور اپنی پوری زندگی کو قربان کیا اس میں ہمارے لئے بڑی عبرت ہے۔ گولوالکر کا انتقال ۵ رجون ۱۹۷۳ء کو ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

اصولی مباحث

فن تخریج اور اس کے قواعد

(۱)

ڈاکٹر محمود الطحان

جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ

تخریج کی لغوی تعریف

تخریج کے مشہور معانی درج ذیل ہیں

(۱) استنباط (۲) ٹریننگ و تربیت دینا۔ القاموس المحیط میں ہے: خرجه فی الادب فتخرج وهو خريج بمعنى مفعول اس نے اسکو ادب میں تربیت دی تو وہ ادب والا ہوگیا لہذا اس ٹریننگ یافتہ شخص کو "خریج" کہیں گے یعنی تربیت یافتہ (۳) کسی مسئلے کی توجیہ کرنا۔

مخرج کے لغوی معنی آتے ہیں نکلنے کی جگہ، اسی سے محدثین کا یہ قول ماخوذ ہے هذا حديث عرف مخرجه اس حدیث کا مخرج یعنی اس سلسلہ سند کے راوی معروف ہیں جن کے واسطے سے وہ حدیث نکلی ہے۔

اخـــرج کے ایک معنی کسی چیز کو ظاہر کرنا، سامنے لانا، اسی سے محدثین کا یہ قول ماخذ ہے أخرجه البخاري یعنی اس حدیث کے مخرج کو امام بخاری نے بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تخریج کے اصل معنی محدثین کے نزدیک حدیث کے مخرج کو ظاہر کرنا ہے یعنی راویوں کے ذکر کے ذریعہ اسکے نکلنے کی جگہ اور اسکے مصدر ومنبع کی تعیین ہے۔

محدثین کے نزدیک تخریج کے استعمالات محدثین کے نزدیک یہ لفظ تین معانی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ یہ لفظ اخــراج کے مترادف ہے یعنی اس سلسلہ سند کو لوگوں کے سامنے لانا

جن کے واسطے سے یہ حدیث نکلی ہے۔

۲۔ حدیث کی اصولی اور بنیادی کتابوں سے احادیث کی تخریج۔ امام سخاوی کہتے ہیں۔

تخریج کے معنی آتے ہیں محدث کا حدیثوں کو بنیادی مصادر سے نکال کر اپنے سند یا اپنے استاذ یا کسی ہم عصر عالم کے سلسلہ سند سے اسے بیان کرنا اور حدیثوں کی نسبت ان محدثین کی جانب کرنا جنہوں نے انہیں اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

(فتح المغیث ۳۳۸/۲)

۳۔ دلالت و رہنمائی کرنا۔ یعنی حدیث کے اصلی اور بنیادی مصادر کی جانب رہنمائی کرنا۔ بایں طور کہ ان مؤلفین کا ذکر کیا جائے جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

امام مناوی "فیض القدیر" میں امام سیوطی کے اس قول "بالغت فی تحرير التخريج" کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں یعنی میں نے حدیثوں کی نسبت میں بے حد محنت کی۔ کن کن ائمہ نے حدیث نے حدیث کی کن کن کتابوں میں اس حدیث کی روایت کی ہے اسکے بیان کے لئے میں نے خوب محنت و تحقیق کی ہے۔ چنانچہ کسی حدیث کی نسبت تحقیق و تفتیش کے بغیر نہیں کی ہے۔ اور ایسے لوگوں کے جانب ان کی نسبت نہیں کی جو اس فن کے اہل نہیں خواہ وہ اپنے فن میں کتنے ہی ماہر کیوں نہ ہوں جیسے مفسرین عظام۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲۰/۱)

یہ تیسرا معنی ہی محدثین کے یہاں عام اور شائع ہے۔ اسکے لحاظ سے تخریج کی تعریف یوں کی جائے گی۔

تخریج کی اصطلاحی تعریف: حدیث کے ان اصلی مصادر کی جانب رہنمائی جن میں وہ حدیث سندوں سے مروی ہے اور بوقت ضرورت اسکے مقام ومرتبہ کی توضیح۔

حدیث کے اصلی مصادر سے مراد

۱۔ سنت کی وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے اپنے اساتذہ سے نبی اکرم ﷺ تک متصل سندوں کے ذریعہ حدیثیں جمع کی ہیں جیسے صحاح ستہ، مؤطا مالک، مسند احمد،

مستدرک الحاکم اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ۔

۲۔ مذکورہ بالا کتب سنت کی تابع کتابیں جیسے وہ کتابیں جن میں صحیحین کی جملہ حدیثوں کو جمع کر دیا گیا ہے جیسے "الجمع بین الصحیحین للحمیدی" یا وہ کتابیں جسمیں بعض کتابوں کے اطراف احادیث کو جمع کیا گیا ہے جیسے: تحفۃ الاشراف: علامہ مزی: یا جیسے صحاح ستہ کے مختصرات مثلاً "تهذیب سنن ابی داؤد" علامہ منذری اس کتاب میں اگرچہ سندیں محذوف ہیں لیکن حکا انکی سندیں موجود ہیں کیونکہ جو شخص سند کا خواہش مند ہوگا وہ سنن ابی داؤد کی جانب رجوع کر کے اسے معلوم کرے گا۔

۳۔ وہ کتابیں جو دوسرے علوم وفنون میں لکھی گئی ہیں جیسے تفسیر، فقہ اور تاریخ۔ لیکن ان کے مولفین نے حدیثوں کو استشہاد کے لئے اپنی سندوں سے بیان کیا ہے۔ جیسے تفسیر طبری، تاریخ طبری اور امام شافعی کی کتاب "الام" یہ کتابیں اگرچا احادیث وسنن کی کتابیں نہیں ہیں لیکن بطور استدلال ان کتابوں میں جو حدیثیں بیان ہوئی ہیں وہ سب سندوں کے ساتھ مذکور ہیں۔

مذکورہ بالا کتابوں سے ماخوذ حدیث کی کتابوں کی جانب حدیثوں کی نسبت یا تخریج جائز نہیں ہے مثلاً احکام کی احادیث پر مشتمل کتابیں جیسے بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام، حافظ ابن حجر والمنتقی، لابن تیمیہ یا جیسے وہ کتابیں جن میں حروف معجم کے لحاظ سے حدیثیں مدون کی گئی ہیں جیسے الجامع الصغیر، علامہ سیوطی اسی طرح ہر وہ کتاب جو بلا سند کے مذکورہ بالا کتب سنت کی روشنی میں کی گئی ہے جیسے نووی کی الاربعین لنوویہ۔ اور ریاض الصالحین وغیرہ... البتہ یہ کتابیں حدیث کے اصلی مصادر کی تعیین میں معاون بن سکتی ہیں لہذا اس پہلو سے ان سے استفادہ کیا جائیگا۔ تخریج میں حدیث کے مقام ومرتبہ کی تعیین اساسی اور بنیادی شئی نہیں ہے البتہ ضرورت کے وقت حاشیہ میں تخریج کے بعد انکی صحت یا ضعف کی جانب اشارہ پسندیدہ امر ہے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

تعارف کتب

اسلامی مصادر کا تعارف

(۱)

ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان

تفسیر ماثور کے اہم مصادر: ۱۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ)

تفسیر بالماثور کے سوئیے مفسرین کے نزدیک یہ پہلی اور بنیادی کتاب ہے۔ اگرچہ اس میں دقیق استنباطات، اقوال کی توجیہہ وتطبیق اور تفسیری آراء کے درمیان ترجیح بھی پائی جاتی ہے جو خالص عقل واستدلال پر مبنی ہے لیکن نسبتاً کم ہے، یہ تفسیر بڑے سائز کے اوراق پر تیس جلدوں میں ہے۔

۲۔ بحر العلوم۔ مؤلف: ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراهیم السمرقندی:

قرآنی آیات کی تفسیر سلف سے مروی روایات کی روشنی میں کرتے ہیں، سندوں کو شاذ ونادر ہی ذکر کرتے ہیں متعارض روایات اور اقوال کے ذکر کیے بعد اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے نیز قرآن کی تشریح قرآن سے کرتے ہیں، مؤلف نے تفسیر ماثور کے ساتھ ساتھ تفسیر بالروایۃ کا بھی اہتمام کیا ہے البتہ یہ پہلو مرجوح ہے۔

یہ تفسیر تین جلدوں میں مطبعۃ الارشاد بغداد سے شائع ہوئی ہے۔ دار الکتب المصریۃ میں اس کا ایک قلمی نسخہ اور مکتبۃ الازہر میں اس کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔

۳۔ الکشف والبیان عن تفسیر القرآن مؤلف: ابواحمد بن ابراہیم الثعلبی

یہ قرآن کی تشریح سلف صالحین کے اقوال سے کرتے ہیں، نحوی مسائل کا بھرپور

تذکرہ پایا جاتا ہے، ہر ہر لفظ کی لغوی وصرفی تشریح وتحلیل کرتے ہیں اور اشعار عرب سے ہر لفظ کے شواہد لاتے ہیں، آیات احکام کی تشریح کے وقت تفصیل سے فقہاء کی رائیں، اختلافات اور دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہر فقہی مسئلہ کا جملہ پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہیں، یہ تفسیر کافی مفید ہے البتہ اس میں موضوع روایات اور بے سند قصے کافی مذکور ہیں۔ اس تفسیر کے چار اجزاء مکتبۃ الازہر میں پائے جاتے ہیں سورۃ الفرقان کے بعد کی سورتوں کی تفسیر مفقود ہے۔

۴۔**معالم التنزیل** مؤلف ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد المعروف بالفراء والبغوی۔

متوسط کتاب ہے ''مفسرین صحابہ وتابعین وتبع تابعین کی تفسیری رائیں بلا سند مذکور ہیں۔ انداز بیاں آسان اور مختصر ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ اصول تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ''بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تفسیر کا اختصار ہے البتہ انھوں نے اپنی اس کتاب کو موضوع احادیث اور آراء محدثہ سے محفوظ رکھا ہے۔

۵۔**المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز**: مؤلف: ابو محمد عبدالحق بن غالب ابن عطیہ الاندلسی۔

انداز بیان آسان ہے۔ تفسیر ماثور کے صرف منتخب اقوال وآراء کا تذکرہ کرتے ہیں ابن جریر کی تفسیر سے کثرت سے نقل کیا ہے۔ دوسرے مفسرین کی رائیں بھی نقل کرتے ہیں نیز اس پر نقد وتبصرہ بھی کرتے ہیں۔ اشعار عرب سے کافی استشہاد کیا ہے۔ ادبی شواہد بھی بیان کرتے ہیں۔ بعض آراء کی ترجیح کے لئے عربی لغت کو حکم بنایا ہے۔ نحوی مسائل کا کافی اہتمام موجود ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ابن عطیہ کی تفسیر زمخشری کی تفسیر سے بہتر ہے۔ بحث واستنباط اور روایت کے لحاظ سے اس سے زیادہ صحیح، بدعتی آرائیں محفوظ ہے۔ اگرچہ بعض بدعتی رائیں اس میں پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی زمخشری سے کافی بہتر ہے بلکہ ان تفاسیر میں سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔

۶۔ **تفسیر القرآن العظیم**: مؤلف: الحافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل

بن عمر وابن کثیر

قرآنی آیات کی تفسیر قرآن سے کرتے ہیں ایک مفہوم کی جملہ احادیث ایک مقام پر ذکر کردیتے ہیں، مفسرین سلف کی رائیں اور ان کے اقوال نقل کرنے کے بعد، اپنے نزدیک صحیح تر رائے یا راجح رائے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس تفسیر کی سب سے اہم خوبی تفسیر ماثور میں پائی جانے والی اسرائیلی اور منکر روایات کی تنبیہ ہے، کہیں اجمالا اور کہیں تفصیل سے آپ نے ان پر گفتگو کی ہے،'' آیات احکام کی تشریح کے وقت مختصر افقہاء کے اقوال اور ان کے دلائل کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔

۲۔**الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن**: مؤلف ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی۔

ابن عطیہ کی تفسیر کے علاوہ بقیہ ائمہ تفسیر کی رائیں بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ مفید مباحث کا خلاصہ ہے۔ لایعنی رایوں اور طویل بحثوں سے یہ کتاب پاک ہے۔

۷۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**: حافظ جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد السیوطی۔

یہ تفسیر علامہ سیوطی ہی کی دوسری تفسیر ترجمان القرآن کا خلاصہ ہے۔ سندوں کو حذف کرکے ہر روایت کا ماخذ آپ نے بیان کردیا ہے۔ تفسیر کے باب میں مروی سلف کی رایوں کو اس میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب صرف ماثور تفسیر پر مشتمل ہے۔ کسی بھی مقام پر کوئی اپنی رائے مؤلف نے نہیں بیان کی ہے۔

تفسیر بالرائے کے اہم مصادر

۱: **مفاتیح الغیب**: ابو عبداللہ محمد بن عمر الرازی:

امام رازی آیتوں اور سورتوں کے درمیان باہمی ربط وتناسب کا ذکر بڑے ہی اہتمام سے کرتے ہیں ریاضی اور طبیعی علوم کا ذکر بھی کثرت سے کرتے ہیں فلاسفہ کے آراء و

افکار کا بھی آپ نے جابجا تنقیدی جائزہ لیا ہے احکامی آیات کی تفسیر کے وقت فقہاء کے مسالک کا بھی ذکر کرتے ہیں اور شافعی مسلک کو ترجیح دیتے ہیں اصولی نحوی اور بلاغتی مسائل کا بھی آپ نے کثرت سے ذکر کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ آپ کی یہ تفسیر علم کلام طبعی اور قدرتی علوم کی انسائکلوپیڈیا ہے۔

۲: **انوار التنزیل واسرار التاویل:** قاضی ناصر الدین ابو الخیر عبداللہ بن عمر محمد بن علی البیضاوی، علامہ بیضاوی کی یہ تفسیر رازی کی مفاتیح الغیب اور راغب اصفہانی تفسیر سے ماخوذ ومستفاد ہے جو ساتھ ہی ساتھ صحابہ اور تابعین کی بعض تفسیری رائیں اور باریک ودقیق استنباطات نیز لطیف نکتوں کو بھی بیضاوی نے بڑے موثر اور دلنشیں انداز میں پیش کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ فقہی اور نحوی مسائل اور قرأت کا تذکرہ ہے۔ اہل سنت اور معتزلہ کا مسلک بھی جابجا مذکور ہے۔ اسرائیلی روایات خال خال نظر آتی ہیں۔ قدرت وفطرت سے متعلق آیات پر بھی قیمتی بحثیں پائی جاتی ہیں۔ تفسیر کی بنیادی کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس سے استغناء ممکن نہیں۔

۳: **مدارک التنزیل وحقائق التاویل:** ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی۔ (۷۰۱ھ)

بیضاوی اور کشاف کا خلاصہ ہے، البتہ کشاف کی اعتزالی آراء سے ہٹ کر مسلک اہل سنت کے مطابق افکار ومعتقدات کا تذکرہ ہے۔ اعراب اور قرآت کا بھی جابجا تذکرہ ہے۔ اختصار کے ساتھ فقہی رائیں بھی درج ہیں۔ حنفی آراء کو ترجیح دی گئی ہے۔ اسرائیلی روایات شاذ ونادر ہی مذکور ہیں۔

۴: **لباب التاویل فی معانی التنزیل:** علاء الدین ابو الحسین علی بن محمد ابن ابراہیم بن عمر بن خلیل الشیحی المعروف بالخازن۔ (متوفی ۷۴۱ھ)

بغوی کی معالم التنزیل اور بغوی کی تفسیر سے پہلے کی جملہ تفاسیر کا خلاصہ ہے اسرائیلی قصوں کو بلا نقد وتبصرہ کے مؤلف نے کثرت سے بیان کیا ہے۔ غزوات نبوی پر

مفصل گفتگو پائی جاتی ہے۔ فقہی مباحث بھی مذکور ہیں۔ مواعظ بھی جابجا پائے جاتے ہیں۔

۵: **البحر المحیط:** ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی۔ (۷۴۵ھ) قرآنی الفاظ کے اعراب کے جملہ پہلوؤں کی معرفت کی اساسی تفسیر ہے۔ بلاغتی وادبی نکات نیز فقہی احکام پر بھی بحث کی گئی ہے۔ ابن حیان نے اپنی اس تفسیر میں زمخشری اور ابن عطیہ کی تفسیر سے کثرت سے نقل کرتے ہیں۔ خاص طور سے نحوی مسائل میں انکی رائیں نقل کرتے ہیں۔ اکثر وبیشتر انکی نحوی رایوں پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالی ہے۔

۶: **غرائب القرآن ورغائب الفرقان:** نظام الدین الحسن بن الحسین الخراسانی۔

یہ تفسیر فخر الرازی کی تفسیر کا خلاصہ ہے کشاف وغیرہ سے بھی خوب استفادہ کیا ہے۔ اپنی رائیں بھی درج کی ہیں سلف صالحین سے ثابت تفسیری آرا کو بھی بیان کیا ہے فخر الرازی کی تفسیر کی تلخیص کے وقت موجود کمیوں کی تلافی اور غلط افکار پر تنبیہ کرنے کی مؤلف نے بھرپور کوشش کی ہے۔ آپ کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ آیات کے بعد آپ قرآت عشرہ کا ذکر کرتے ہیں پھر آیات کے درمیان ربط ونظم بیان کرتے ہوئے عمدہ اور نادر انداز میں انکی تشریح کرتے ہیں۔ کلامی مسائل میں اہل سنت کا دفاع کرتے ہیں کائنات کے متعلق آیات پر بھی مختصر نوٹ لکھتے ہیں تصوف کی جانب آپ کا میلان تھا۔ جس کے بعض مظاہر آپ کی کتاب میں نظر آتے ہیں۔

۷: **تفسیر الجلالین:** اس تفسیر کی تالیف میں جلال الدین المحلی اور جلال الدین السیوطی دونوں کا اشتراک ہے۔ شیخ محلی نے سورۃ الکہف سے سورۃ الناس تک تفسیر بیان کی پھر سورۃ فاتحہ سے آغاز کیا لیکن سورۃ فاتحہ کے بعد قضاء اجل نے مزید مہلت نہ دی۔ چنانچہ تاتمام تفسیر کی علامہ جلال الدین سیوطی نے کی۔

یہ تفسیر بے حد مختصر ہے صرف راجح قول اور مشہور قرآت کا تذکرہ ہے اور بقدر ضرورت ترکیب کا بیان ہے بعض اسرائیلی روایات بھی پائی جاتی ہیں۔

۸: السراج المنیر: مولف شمس الدین محمد بن الشربینی (متوفی ۹۷۷ھ)

متوسط تفسیر ہے آیات کی تفسیر کے ذیل میں صرف صحیح یا حسن احادیث ہی کا ذکر کرتے ہیں بعض نئے نکات بھی پائے جاتے ہیں آیات کے درمیان ربط و نظم کا خصوصی اہتمام ہے فقہی احکام کا تفصیلی ذکر ہے اعتراضات واشکالات کا بھی جواب دیتے ہیں بعض عجیب وغریب اسرائیلی قصے بھی پائے جاتے ہیں خطیب نے فخر الرازی کی تفسیر پر کافی اعتماد کیا ہے

۹: ارشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم: مولف ابو السعود محمد بن محمد مصطفی العمادی (۹۸۲ھ)

اعجاز قرآن اور بلاغتی پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے آیات کے دقیق، باریک معانی کا احاطہ کیا ہے آیات کے درمیان ربط و نظم کا بھی اہتمام موجود ہے۔ اسرائیلی روایات شاذ و نادر پائی جاتی ہیں۔ فقہی قیل وقال سے اجتناب کیا ہے۔

بعض علماء نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ''کشاف اور قاضی کی تفسیر کے بعد اتنی معتبر تفسیر نہیں لکھی گئی۔

۱۰: روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی: مولف شہاب الدین السید محمد آفندی الالوسی۔ متوفی ۱۲۷۰ھ

اسمیں جملہ تفاسیر کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ کائنات کے متعلق آیات کی تفصیلی تفسیر کی ہے۔ نحوی مباحث بھی کافی پائے جاتے ہیں۔ فقہی مسائل میں فقہاء کی آراء کے ساتھ ساتھ انکے دلائل کا بھی تذکرہ ہے۔ قرأت کا بھی تذکرہ ہے۔ سورتوں، آیات کے درمیان ربط اور نظم کا کافی اہتمام ہے۔ اسباب نزول کا بھی تذکرہ ہے۔ تفسیر اشاری کے ساتھ ساتھ اسرائیلی روایات اور جھوٹی خبروں پر شدید نقد و تبصرہ پایا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ روح المعانی ایک قیمتی تفسیری انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس میں سابقہ جملہ علماء کی تفسیری آراء کو نقد و تبصرہ کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ ☆☆☆

مذاہب عالم

بدھ مت

(آخری قسط)

انیس احمد مدنی

اسلام اور بدھ مت میں وجوہ اتفاق

۱۔ دونوں مذاہب میں تزکیہ نفس پر زور دیا گیا ہے قرآن مجید میں ہے ''قد افلح من تزکی'' کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔

بدھ مذہب میں تزکیہ نفس کا ایک پورا انظام موجود ہے۔ ''بدھ دہار'' کا عظیم مقصد خواہشات پر قابو پانا ہی ہے۔

۲۔ دونوں مذاہب میں دنیا کی محبت ہی کو تمام برائیوں کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔

گوتم بدھ کہتے ہیں: ''بھکشوؤ! میری نظر میں خواہش اور طلب جیسی کوئی اور زنجیر نہیں جس سے بندھی ہوئی مخلوقات ایک جنم کے بعد دوسرے جنم میں ایک طویل عرصہ سے طلسم وجود کے چکر لگا رہی ہیں''

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''حب الدنیا راس کل خطیئة'' دنیا کی محبت ولالچ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

۳۔ دونوں مذاہب میں مذہبی کتابوں کی تقدیس واحترام کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

۴۔ دونوں مذاہب میں مقدس مقامات کی زیارت پسندیدہ اور باعث ثواب ہے۔

گوتم بدھ کہتے ہیں: ''چار جگہیں ایسی ہیں جنہیں آدمی کو جذبہ کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔ بدھا کی جائے پیدائش، اس کے حصول معرفت کا مقام، وہ مقام جہاں اس نے پہلی بار تبلیغ کی اور دھرم کے چکر کو حرکت میں لایا اور وہ مقام جہاں وہ نروان حاصل کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

محمد عربی ﷺ کا ارشاد ہے ''لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد.....''

(موطا) درج ذیل تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کے پاس ثواب کی نیت سے رخت سفر نہ باندھا جائے، مسجد حرام، مسجد نبوی، اور مسجد اقصیٰ۔

(۵) ایصال ثواب دونوں مذاہب میں اپنے اعزہ رفتگاں کے نام سے صدقہ وخیرات کرنا مشروع ومندوب ہے۔ بدھ عبادت گزار اپنے اعزہ رفتگاں کے نام سے لباس، ظروف، دوائیں اور راہبوں کے لئے کھانے پیش کئے جاتے ہیں، برما میں ایصال ثواب کا کام کرنے پر عبادت گزار یہ دعا کرتے ہیں۔

"میں اپنے اس نیک عمل کے ثواب میں اپنے والدین، احباب اور اعزہ اور ارواح اور ساری زندہ ہستیوں کو شریک کرتا ہوں، کاش ایسا ہو کہ زمین اس فعل کی گواہی دے"

اسلام میں بھی حنفی مسلک کی رو سے میت کی جانب سے صدقہ وخیرات کرنا، قربانی کرنا قرآن خوانی کرنا فقیروں کو کھلانا باعث ثواب سمجھا جاتا ہے۔

(۶) دونوں مذاہب میں رسولوں کے تبرکات سے تبرک لینا جائز ہے، گوتم بدھ کے مرنے کے بعد اس کے ارضی باقیات جیسے اس کے دانت، سر کے بال کو بڑی احتیاط سے محفوظ کر لیا گیا تھا، وہ باحتیاط تمام مینار نما زیارت گاہوں میں رکھی ہوئی ہیں۔

نبی عربی ﷺ نے بھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے بالوں کو حلق کرنے کے بعد طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا "اقسمہ بین الناس" ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تبرک کے لئے تقسیم کر دو۔ (بخاری)

۷۔ دونوں مذاہب میں کامیابی کا دارومدار ضبط نفس اور خواہشات پر کنٹرول کو بتایا گیا ہے۔

وجوہ اختلاف

۱۔ اسلام توحید کا قائل اور بدھ مت خدا ہی کا منکر ہے۔

۲۔ اسلام عقیدہ آخرت کا قائل اور بدھ مت اس کا منکر ہے۔ بدھ مت دیگر ہندوستانی مذاہب کی طرح "پنر جنم" پر یقین رکھتا ہے۔

۳۔ اسلام مورتی پوجا کا شدید مخالف ہے جب کہ بدھ مت میں ان کے مرنے کے چار پانچ صدی بعد ہی ایسا ہوا کہ اس کی نمائندگی اس کی مورتی سے ہونے لگی۔ آج

بودھوں کی عقیدت مندانہ زندگی میں مورتی پوجا مرکزی مقام رکھتی ہے۔

۴۔ اسلام میں اصل مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے جب کہ بدھ مت میں ہر بودھ نروان کو اپنا ملتجائے مقصود تصور کرتا ہے۔

۵۔ بدھ مت رہبانیت کا قائل ہی نہیں بلکہ رہبانیت کے بغیر پنر جنم سے چھٹکارا ہی ممکن نہیں جب کہ اسلام میں رہبانیت حرام ہے۔ مشہور حدیث ہے "لا رہبانیۃ فی الاسلام" اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

بدھ مت کی اشاعت اور اس کے اسباب

بدھ مت ایک دعوتی وتبلیغی مذہب ہے۔ بانی مذہب نے نروان کے حصول کے بعد اپنی بقیہ عمر بدھ مذہب کی تبلیغ واشاعت میں لگا دی، آپ کے انتقال کے بعد بدھ سنگھ کی کوششوں اور پھر راجہ اشوک کی سرپرستی میں یہ مذہب ہندوستان سے نکل کر لنکا، برما، تبت، افغانستان، منگولیا، چین، کمبوڈیا، تھائی لینڈ اور جاپان تک پھیل گیا۔ اس کی اشاعت کے اہم اسباب درج ذیل ہیں۔

(۱) بدھ اور بدھا کے چیلوں کی مخلصانہ تبلیغی کوششیں۔

گوتم بدھ اپنے نظریہ اور مذہب کے پرچار کے لئے بے پناہ جذبہ رکھتے تھے آپ اپنے چیلوں کو یہ کہہ کر تبلیغ کے لئے روانہ کرتے تھے:

"اے بھکشو! جاؤ اور ایک بڑی تعداد کے فائدے کے لئے گھومتے پھرو، دنیا پر ترس کھاتے ہوئے اور دیوتاؤں اور انسانوں کی بھلائی کے لئے تم میں سے کوئی دو بھی ایک راہ پر نہ جائیں، اے بھکشو! اس نظریہ اور عقیدہ کی تبلیغ کرو جو ابتدا درمیان اور آخر میں اپنی روح اور لفظ کے اعتبار سے یکساں جلیل القدر بے تقدس اور پاکیزگی کی ایک عملی زندگی کا اعلان کرو"

۲۔ عوامی زبان کا استعمال گوتم بدھ نے اس دور کی مخصوص مذہبی زبان سنسکرت کے بجائے (جو اس وقت متروک ہو چکی تھی) عوامی زبانوں میں اپنے مذہبی خیالات کا پرچار کیا جس سے عوام سے براہ راست رابطہ قائم کرنے اور ان کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہے۔

۳۔ مساوات کا نظریہ آپ کے عہد میں مذہبی تعلیم اور رہنمائی صرف

برہمنوں کے لئے مخصوص تھی، چھتری اور ویش ذات کے لوگ بھی برہمنوں ہی کے توسط سے مذہب سے کوئی استفادہ کرسکتے تھے، شودروں، اچھوتوں اور عورتوں کے لیے مذہبی زندگی کے دروازے بالکل بند تھے، گوتم بدھ نے اپنے مذہب کی اعلی تعلیمات، اور روحانیت کے اعلیٰ ترین مدارج کے حصول کا دروازہ سب کے لئے کھلا رکھا۔

مذہبی معاملات میں مکمل مساوات کی وجہ سے روحانیت سے صدیوں سے محروم انسان غول در غول اس مذہب کو اختیار کرنے لگے۔

۴۔سرکاری سرپرستی ہندوستان کے عظیم شہنشاہ اشوک نے بدھ مت اختیار کرنے کے بعد اپنی سلطنت کے دھرم کو بدھ مت کے اصولوں پر قائم فرمایا۔ اپنے دور حکومت میں اشوک نے مختلف ملکوں میں اپنے مبلغ نہ صرف ہندوستان سے قریب ممالک بلکہ مصر، شمالی افریقہ، شام اور یونان تک بھیجے۔

سرکاری سرپرستی کے حصول کے بعد بدھ مذہب ہندوستان اور قرب وجوار کے ممالک میں تیزی سے پھیل گیا۔

چھٹی صدی تک ہندوستان میں بدھ مذہب کا غلبہ رہا۔ ساتویں صدی کے آغاز میں، ہندو مذہب اور بدھ مت میں باہمی آویزش شروع ہوئی جس کے نتیجے میں ۶۳۳ء میں ''قنوج'' میں دونوں فرقوں کے درمیان مناظرہ ہوا اس مناظرے میں برہمنوں کو بدھسٹوں پر غلبہ نصیب ہوا۔ جس کے بعد بدھ مذہب روبہ زوال ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ ''ویدانت'' کے عظیم شارح شنکر آچاریہ (۷۸۸۔۸۳۰م) نے ہندومت اور اس کے نظریات کی اتنے دلنشیں انداز میں توضیح وتشریح کی جس کے سامنے بدھ تعلیمات نہ ٹک سکیں اور دھیرے دھیرے ہندوستان سے بدھ مت مٹتا چلا گیا، کہا جاتا ہے کہ ''شنکر آچاریہ نے اپنی عقلی قوت وتدبیر سے وہ کام کر دکھایا جو اشوک کی حکومت کی قوت وطاقت بھی نہ کرسکی''۔

☆☆☆☆☆

شبہات حول السنۃ

اخبار آحاد کی شرعی حیثیت

(۱)

انیس احمد فلاحی

آحاد، احد کی جمع ہے، جس کے معنی واحد، (ایک) کے آتے ہیں، واحد اعداد کا پہلا لفظ ہے، کبھی کبھی اس کے معنی کسی چیز کے جزء کے بھی آتے ہیں جیسے ''الرجل واحد من القوم'' یعنی آدمی قوم کا ایک فرد ہے۔ اور یہاں یہی معنی مراد ہے، اس کے لحاظ سے خبر واحد کے لغوی معنی ہوں گے: ''جس کی روایت ایک شخص نے کی ہو۔

اصطلاحی تعریف: وہ خبر ہے جس کے راویوں کی تعداد تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ (تیسیر التحریر۔ امیر بادشاہ ۳/۸۵) علامہ آمدی نے آحاد کی تعریف یوں بیان کی ہے: ''وہ روایات جو تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہوں۔ (الاحکام ج ۱/۱/۲۷۴)

اخبار آحاد کی حجیت کے دلائل

قرآنی دلائل: (۱) ''وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون'' (سورۃ التوبہ/۱۲۲)

اللہ تعالیٰ نے ہر جماعت کے چند لوگوں (طائفہ) کو فقہی ودینی بصیرت کے حصول کے بعد اپنی قوم کو آگاہ کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ اور آیت میں وارد لفظ ''طائفہ'' کا اطلاق ایک اور اس سے اوپر کی عدد پر ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں: فرد واحد کو بھی ''طائفہ'' کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے ''وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما'' (سورۃ الحجرات: ۹) اگر دو آدمی بھی لڑ پڑیں تو اس آیت کے حکم میں داخل ہوں گے۔ (صحیح بخاری ۱۳/۲۳۴) تو اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایک فرد

واحد کو آگاہ کرنے کا حکم نہ دیتے اور نہ ہی اس کی آگاہی سے اتمام حجت ہوتی۔ (کشف الاسرار بزدوی ج ۲/۲/۱/۳۷۲)

۲۔ "یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا" (سورۃ الحجرات:۶)

اس آیت کا مفہوم مخالف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر خبر لانے والا عادل وضابط ہو تو اس کی خبر کے تئیں تحقیق وتفتیش کی ضرورت نہیں بلکہ فی الفور اس پر عمل واجب ہے۔ کیونکہ اگر عادل کی خبر حجت نہ ہوتی تو فاسق کی خبر کی عدم مقبولیت کی علت فسق نہ ہوتی (روح المعانی۔ آلوسی ج ۲۶/۱۴۸)

نیز پھر خبروں کی تفتیش وتحقیق کے تئیں مطلق ختم آتا۔

۳۔ "یا أیھا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (سورۃ النساء:۵۹)

علامہ ابن القیم کہتے ہیں: "مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ "رسول ﷺ کی جانب لوٹانے" سے مراد آپ کی حیات میں آپ ﷺ کی جانب رجوع کرنا اور موت کے بعد آپ ﷺ کی سنتوں کی جانب رجوع ہے۔" "تو اگر آپ کی متواتر اور اخبار آحاد علم ویقین کا فائدہ نہیں دیتی تو پھر لوٹانے کی کوئی معقول توجیہ ممکن نہیں۔" (مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ ۲/۳۵۲)

۴۔ "یا أیھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ" (سورۃ النساء:۱۳۵)

اللہ نے عدل وانصاف کے قیام اور شہادت حق کی ادائیگی کو ہر مومن پر فرض قرار دیا ہے احادیث رسول کی روایت بھی شہادت حق میں داخل ہے۔ تو اگر خبر واحد حجت نہ ہو تو راوی واحد پر شہادت کا وجوب بے معنی ہے۔

۵۔ "انہ لقول رسول کریم" ، یہ قرآن قول ہے ایک رسول کریم کا اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کے راوی اول ایک حضرت جبرئیل ہیں اور حضرت جبرئیل کی روایت محض فرشتہ

ہونے کی حیثیت سے واجب التسلیم نہیں بلکہ اس میں راویوں میں پائے جانے والے محاسن اور مطاعن روایت سے عصمت کی وجہ سے ہے جیسا کہ رسول کریم، پھر، ذی قوۃ مکین، جیسے الفاظ سے واضح ہو رہا ہے۔

پھر یہ فردیت کوئی زمانہ نبوی کا ہی نہیں واقعہ نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اخیر تک اسی نوعیت کا سلسلہ جاری رہا اگر حدیث فرد کو حجت نہیں مانا گیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ دین اسلام سمیت تمام ہی سابقہ مذاہب کی بنیاد ڈھ کر رہ جائے گی اس سے صرف خبر فرد کا ثبوت ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی اہمیت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ایک گھونسہ مارا تو وہ مر گیا اس کی خبر جب کسی طرح فرعون اور اسکے درباریوں کو ہوئی تو انھوں نے انتقاماً آپ علیہ السلام کے لیے قتل کی سزا تجویز کی اس سازش کی خبر ایک فرد نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی قرآن مجید میں ہے

وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعی قال یا موسی ان الملأ یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین فخرج منھا خائفا یترقب۔

ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑا ہوا آیا، کہنے لگا اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کریں، سو آپ چل دیجئے، میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں، پس موسیٰ وہاں سے خوف ودہشت کی حالت میں نکل پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دینے والا ایک ہی راوی تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس خبر کو معتبر ہی نہیں سمجھا بلکہ اسکے اثرات ظاہر وباطن پر بھی ظاہر ہوئے

احادیث نبویہ

۱۔ امام شافعی روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا وأداھا، فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ" (سنن ابن ماجہ ج ۱/ص ۸۴)

اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازگی بخشے جس نے میری کسی بات کو سن کر اسے یاد کیا اور پھر اس کی روایت دوسروں سے کی کیونکہ کتنے ہی حاملان فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں اور کتنے ہی حامل فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ تک اس کی روایت کرتے ہیں۔

اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ ﷺ ہر راوی کو احادیث رسول کی روایت پر نہ ابھارتے اور نہ ہی ان کی روایت کا کوئی فائدہ ہوتا۔ لیکن جب آپ ﷺ نے ہر ہر راوی کو احادیث رسول کی سماعت کے بعد ان کی ادائیگی اور روایت کا حکم دیا ہے تو آپ کا یہ حکم اخبار آحاد کی حجیت کی واضح دلیل ہے۔ (دیکھئے: الرسالۃ: امام شافعی، ص ۴۰۳)

۲۔ آپ ﷺ فریضہ شہادت حق کی ادائیگی، احکام کی تشریح، معاملات اور دینی امور کی تفسیر و تبلیغ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف علاقوں اور شہروں میں روانہ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر اور حضرت معاذؓ بن جبل کو معلم دینیات بنا کر بھیجا۔ حضرت عتاب بن اسید کو مکہ شریعت کی تعلیم کے لئے روانہ فرمایا۔ اور ۶ھ میں بارہ قاصدوں کو بارہ بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے پیغام کے ساتھ روانہ فرمایا: ابن اسحاق کہتے ہیں: ''آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت کی خاطر دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ کو قیصر کے شہنشاہ کے پاس، عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو کسریٰ کے پاس، حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مقوقس مصر کے پاس، عمرو بن امیہ الضمریؓ کو نجاشی کے پاس، سلیط بن عمرو العامری کو یمامہ کے حاکم کے پاس، علاء بن الحضرمیؓ کو بحرین اور عمرو بن العاصؓ کو عمان روانہ فرمایا۔ (صحیح بخاری حدیث رقم (۳) و حدیث رقم (۲۵۳۳)، تاریخ الامم والملوک، ابوجعفر الطبری ج ۲/ص ۶۴۵)

اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اقطار عالم میں ان مبلغین و حکام کو روانہ فرماتے اور نہ ہی ان لوگوں پر ان رسولوں کے احکام کی اطاعت واجب ہوتی۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں: ''آپ ﷺ کا یہ عمل خبر واحد کی مضبوط دلیل ہے اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو پھر ان قاصدوں کو روانہ فرمانا بے معنی ہو جاتا۔'' (فتح الباری ۱۳/۲۴۷)

امام الحرمین علامہ جوینی کہتے ہیں: ''یہ عمل تواتر کے ساتھ عہد نبوی میں جاری رہا، اس کا انکار متواتر کا انکار ہے۔ (البرہان: ۱/۶۰۱)

خلفاء راشدین کا طرز عمل

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مسلک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادی کی میراث کے بارے میں مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی روایت کو قبول فرمایا۔ (ابوداؤد، ج۳ ص ۱۲۱)

نیز کفن رسول ﷺ کی بابت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر واحد کو قبول فرمایا۔ (الاحکام، ابن حزم ج ۳/۱۲)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسلک متعدد وقائع میں آپ کا اخبار آحاد پر عمل ثابت ہے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جنین کی دیت کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا: میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کسی کو جنین کی دیت کی بابت آپ ﷺ کے فیصلے کا علم ہے۔ اس پر حمل بن مالک الہذلی کھڑے ہوئے اور انھوں نے فرمایا: میرے پاس دو باندیاں تھیں ایک نے دوسرے کو خیمے کے ستون سے دے مارا جس سے وہ بھی مرگئی اور اس کا جنین بھی ہلاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے جنین کی بابت ایک غلام یا باندی کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا۔ اس پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خوشی سے فرمایا: اللہ اکبر! اگر ہم نے اس واقعہ کو نہ سنا ہوتا تو ہم کوئی دوسرا فیصلہ کر دیتے۔ (دار قطنی، حدیث رقم (۱۱۷) ج ۲، ج ۳۳ ص ۱۱۷)

۲۔ مجوسیوں سے جزیہ لینے کی بابت جب آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو'' (الموطا بشرح المنتقی

ج ۲ ص ۱۷۱۳) چنانچہ اس خبر واحد کی بنا پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے جزیہ لیا۔

۳۔ مسح علی الخفین کے سلسلے میں آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول فرمایا اور اپنے لڑکے عبداللہ کو یہ نصیحت فرمائی: "جب سعد تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو تم کسی اور سے اس کے متعلق نہ پوچھو" (مسند احمد ص ۱۹۲)

۴۔ ایک مجنوں اور دیوانی عورت کو آپ نے رجم کا حکم دیا جب آپ کو اس حدیث کی خبر دی گئی کہ تین افراد جو مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک مجنوں بھی ہے، تو آپ نے اسے رجم نہ کرنے کا حکم دیا۔ (السنۃ قبل التدوین: ص ۱۲۱)

۵۔ حاطب رضی اللہ عنہ کی باندی کو بھی عمر رضی اللہ عنہ نے رجم کا حکم دیا جو زنا کی حد سے ناواقف تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جاہل پر حد نہیں ہے تو آپ اس کو رجم کرنے سے باز آ گئے۔ (الاحکام ابن حزم ج ۲ ص ۱۳)

۶۔ ۱۷ھ میں آپ شام گئے جب مقام سرغ پر پہنچے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی آپ سے ملے اور بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھیل چکی ہے۔ اس پر آپ نے مشورہ کیا کہ میں کیا کروں، صحابہ کی رائیں مختلف تھیں۔ عبدالرحمن بن عوف جو کسی ضرورت کے تحت باہر گئے ہوئے تھے آئے تو بتایا کہ میں نے اس سلسلے میں اللہ کے رسول کی اس حدیث کو سنا ہے "جب تم کسی علاقے میں اس وبا کے پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں نہ آؤ اور جب کسی وباوالے علاقے میں تم ہو تو وہاں سے اس کے خوف کی بناء پر نہ نکلو" (صحیح الامام مسلم ج ۴/۱۷۴۰) چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ عبدالرحمن بن عوف کی اس خبر کی بناء پر لوگوں کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے۔

۷۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ تھا کہ دیت عاقلہ کا حق ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کی دیت میں سے کسی بھی چیز کی وارث نہ ہوگی، ضحاک بن سفیان نے بتلایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے پاس یہ لکھا تھا کہ وہ اشیم الضابی کی دیت میں ان کی بیوی کو بھی وارث بنائیں، چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس خبر کی بناء پر اپنی رائے سے رجوع کر لیا" (سنن

ابی داؤد حدیث رقم ۲۹۲۷)

۸۔ انگلیوں کی دیت کے بارے میں آپ تفاضل کے قائل تھے۔ جب آپ کو عمرو بن حزم کی وہ حدیث پہنچی جس میں آپ ﷺ جملہ انگلیوں کی دیت کی بابت مساوات کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس رائے کو اختیار کیا۔ (الرسالۃ ص ۴۲۲ فقرہ رقم ۱۱۶۰)

۹۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ایک انصاری جب مجلس رسول سے غائب ہوئے اور میں حاضر ہوتا تو میں انھیں آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی جملہ روداد سناتا، اور جب میں غائب رہتا اور وہ موجود ہوتے تو وہ مجھے پوری روداد سناتے" (صحیح البخاری ۱۳/۲۳۲)

ظاہر ہے اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو صحابہ کرام کا باریاں بنانا بے معنی ہوتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طرز عمل آپ بھی شیخین کی طرح اخبار آحاد کو قبول کرتے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی بہن "فریعہ بنت مالک بن سنان" سے آپ نے ان کے شوہر کی وفات کے بعد عدت کے بارے میں پوچھا اور ان کی خبر کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ (سبل السلام ۲/۲۰۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف مذی کے سلسلے میں آپ نے مقداد بن الاسود کی خبر پر عمل فرمایا۔ (صحیح مسلم ص ۲۴۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب میں کسی عام صحابی سے حدیث سنتا تو انھیں حلف دلواتا اور مجھ سے ابوبکر رضی اللہ نے بیان کیا (اور سچ فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "کوئی بھی بندہ گناہ کے بعد عمدہ انداز سے وضوء بنائے پھر دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد، حدیث رقم: (۱۵۲۱) ۲/۱۶)

اجماع صحابہ متعدد واقعات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اخبار آحاد کو قبول کر کے اس کے مطابق عمل کیا، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے اس مطالبہ پر کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے، اس حدیث رسول کو پیش فرمایا: ”الائمۃ من قریش“ خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔ تو جملہ صحابہؓ نے اس حدیث کو بلا حجت و قیل قبول فرمالیا۔ (الاحکام السلطانیہ: ماوردی ص)

۲۔ کیا وجوب غسل کے لئے خروج منی شرط ہے یا مجرد التقاء ختانین سے غسل واجب ہوگا۔ یہ مسئلہ مہاجرین و انصار کے درمیان شدید اختلافی مسئلہ تھا بالآخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس خبر واحد پر سب کا اجماع ہوگیا کہ: وجوب غسل کے لئے خروج منی شرط نہیں ہے۔ (صحیح مسلم حدیث رقم (۳۴۹) ج ۱ ص ۲۷۱)

خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر مہاجرین وانصار بھی اخبار آحاد پر عمل پیرا رہے ہیں۔

بخاری میں ہے ”انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہ انصاری، ابو عبیدہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو کھجور کی بنی ہوئی شراب پلا رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا، شراب حرام کردی گئی ہے“ تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے انس رضی اللہ عنہ اٹھو شراب کے ان مٹکوں کو توڑ دو“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں اپنے ایک مٹکے کے پاس اٹھا اور اسے اس طرح سے مارا جس سے وہ ٹوٹ گیا“۔ (صحیح بخاری ۱۳/ ص ۲۳۵)

اخبار آحاد کی حجیت کی یہ مضبوط دلیل ہے کیونکہ اس سے ایک حلال چیز کی حرمت ثابت ہو رہی ہے۔ (فتح الباری ۱۳/ ۲۳۵)

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قباء میں لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر اعلان کیا کہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے کہ قبلہ بدل گیا ہے: لہٰذا آپ لوگ بھی اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیں ان کے رخ شام کی جانب تھے چنانچہ وہ کعبہ کی جانب گھوم گئے۔ (صحیح بخاری مع الفتح ۱۳/ ۲۳۵)

یہ چند احادیث بطور نمونہ ذکر کی گئی ہیں اگر جملہ کتب حدیث کا اس پہلو سے مطالعہ کیا

جائے تو اخبار آحاد پر صحابہ رضی اللہ عنہ کے عمل کی لاتعداد مثالیں ملیں گی اگر چہ اخبار آحاد فی نفسہ متواتر نہیں ہیں لیکن ان جملہ آثار کے درمیان ان اخبار آحاد کے مطابق عمل معنی متواتر ہے (المحصول: امام رازی ۲/ ۱۸۳)

تابعین اور فقہا کا مسلک علامہ خطیب بغدادی کہتے ہیں: اخبار آحاد پر عمل تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کا مسلک رہا ہے کسی سے بھی اس مسئلے میں انکار و اعتراض منقول نہیں ہے، اگر کوئی تابعی یا فقیہ خبر واحد پر عمل کو واجب نہ سمجھتا تو اسکی یہ رائے ضرور کتب آثار یا تاریخ میں منقول ہوتی۔ (الکفایہ فی علم الروایہ: ۷۲)

متاخرین فقہا بھی اخبار آحاد کی حجیت کے قائل رہے ہیں، فقہاء سلف کے درمیان اس مسئلے میں اگر کوئی اختلاف ہوتا تو ضرور نقل ہوتا، اختلاف بہت بعد کی پیداوار ہے (المستصفی فی علم الاصول: ابو حامد غزالی ۱/ ۱۵۰) ائمہ اربعہ بھی اخبار آحاد کی حجیت کے قائل تھے اور اخبار احاد کے مطابق فتوی دیتے تھے بعض ائمہ نے بعض صورتوں میں اخبار آحاد کو جو رد کیا ہے اس کا سبب اسکی عدم حجیت نہیں بلکہ اسکی نسبت میں شک کا وقوع رہا ہے، اس لیے انھوں نے اسکو رد کیا ہے کیونکہ وہ حدیث اپنے سے قوی تر حدیث سے متعارض ہے (اصول الفقہ: محمد ابو زہرہ: ص ۱۱۱)

فتوی پر قیاس فتوی جو روایت سے دقیق تر ہے اسمیں غلطی کا امکان زیادہ ہے کیونکہ رواۃ کی سماع کے بعد اس سے استدلال کے طریقے سے واقفیت بھی فتوی کے لیے شرط ہے جبکہ روایت کے لیے صرف سماع کی ضرورت پڑتی ہے اور جب شریعت نے ایک مفتی کے فتوی کا اعتبار کیا ہے تو خبر واحد کا اعتبار کیوں نہیں کیا جائے گا (دیکھئے: المحصول: رازی: ۲/ ۱۹۰)

اجماع امت دینی امور میں اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو پوری امت اخبار احاد کی روایت و تدوین پر متفق نہیں ہوتی: اور ظاہر ہے اخبار کی تدوین و روایت کا فائدہ عمل کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے (احکام الفصول فی آحکام الاصول: ابو الولید الباجی/ ۲۳۰)

☆☆☆

تعارف وتبصرہ

”ٹکنالوجی کو ترجیح دو“

" Give Priority to Tecknology "

مبصر: ڈاکٹر محمد یوسف
مترجم: ابو احسن فلاحی

عالم اسلام کے ایک ممتاز مصنف اور دانشور ڈاکٹر ماثر محمد کے ذریعہ لکھی گئی یہ بالکل نئی تصنیف ہے جو اس وقت ملائشیا کے وزیر اعظم بھی ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی ایک بہت اہم کتاب ہے جو ایسے وقت پر منظر عام پر آئی ہے جبکہ مختلف تہذیبوں کے درمیان تصادم اور اس پر گفتگو کے سلسلے میں چاروں طرف سے آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ یہ کتاب مسلم ممالک کے موجودہ حالات پر ایک جائزہ ہے۔ اور ان لاتعداد مسائل پر سیر حاصل گفتگو یا احاطہ کرتی ہے جن سے مختلف ممالک بیسویں صدی کے بعد اکیسویں صدی کے شروع میں دنیا کے نئے بدلتے ہوئے حالات کی جانب سے سامنا کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر ماثر محمد ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے اور سنگاپور سے طب کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۷۰ء تک اس پیشہ سے وہ مستقل وابستہ رہے۔ جب انہوں نے سیاست میں قدم رکھنے کا فیصلہ کیا، یہ ملائشیا جیسے ملک کے ۱۹۸۱ء سے وزیر اعظم ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ممتاز دانشور بھی ہیں۔ اور وقت کے مطابق دنیا کے بالخصوص مسلم دنیا کے مختلف حالات و واقعات پر اپنی بے باک رائے کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔ جیسے مختلف مذاہب کے درمیان معاشی ترقی گلوبلائزیشن، علاقائی اور بین الاقوامی تعاون اور اسی طرح سے دوسرے بہت سے اہم مسائل جیسے انسانی حقوق کا مسئلہ، ماحولیات، صنعت کاری، Industrialization اور اطلاعاتی ٹکنالوجی

" Information Technoligy" میں انقلاب یہ تمام موضوع ہیں جن پر وہ سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں

ڈاکٹر ماثر محمد ایک ایسی آواز کا نام ہے جو تہذیبی اعتبار سے ایک بہت مضبوط ملک سے بلند ہوئی ہے ان کا شروع سے یہ خیال رہا ہے کہ مسلمان اور مسلم ممالک دنیا کے نئے نئے چیلنجوں اور مسائل کا اس وقت تک سامنا نہیں کر پائیں گے جب تک کہ وہ ٹکنالوجی کے میدان میں یوروپ یا مغرب کے برابر برابر شریک نہیں ہوتے ہیں اسی لئے وہ مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے تابناک ماضی سے سبق حاصل کریں۔

I: گلوبلائیزیشن مغرب کا ایک نیا شوشہ۔ Globlization the new gaith of the West ماثر محمد کا خیال ہے کہ موجودہ شکل میں ہمارے سامنے گلوبلائزیشن کی جو تصویر ہے وہ یوروپ و امریکہ کی ایجاد ہے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے اعتماد سے کہتے ہیں کہ ان ممالک نے گلوبلائزیشن کا نعرہ اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے کیا ہے۔ اور اس معاشی شکنجے کو مضبوط کرنے کی ایک کوشش ہے جو کافی عرصے سے دنیا کے مختلف خطوں میں آزما رہے ہیں تاکہ مشرقی ایشیا یا کوئی مسلم ملک بیدار ہو کر معاشی اور دیگر میدان میں ان کے نعرے کے لئے خطرہ نہ بن جائے اور اپنے معاشی غلبہ کو برقرار رکھنے کے لئے انہوں نے اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر کچھ ذیلی ادارے بنا رکھے ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں اور ممالک میں ان کے نفاذ کے لئے کسی نہ کسی طرح کام کر رہے ہیں اور جن کو ہم ” بین الاقوامی مالیاتی ادارہ “ I.M.F. یا International monitory fund. کہتے ہیں یا عالمی بینک World Bank یا بین الاقوامی تجارتی تنظیم W.T.O. کے نام سے جانتے ہیں۔

ڈاکٹر ماثر محمد لکھتے ہیں کہ اب یقین کر لینے کے بعد کہ کمیونزم کوئی مزید خطرہ نہیں ہے یہ مغربی ممالک آزاد تجارت یا Free Trade کے نام پر تمام رکاوٹوں کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ تاکہ یہ دوسرے ممالک کی اشیاء و دیگر ساز و سامان بڑی آسانی

سے اپنے خطے میں منتقل کر سکیں۔ یہ Free Trade جیسا اہم معاملہ جس کے خطرناک عزائم اب ہم سے پوشیدہ نہیں رہے یا W. T. O. یا G.A.T. جیسے معاہدوں کے ذریعہ ٹی مراعات حاصل کر چکا ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ عالمی بینک اور دیگر مغربی ذرائع نے اس کا خوب خوب چرچا کیا تا کہ اس کے خطرناک عزائم کی پردہ پوشی کر سکیں۔

۲:۱ اسلام کے تعلق سے ناواقفیت: The misunder stood Islam

مسلمان جو کسی زمانے میں دنیا کی معیشت پر اپنا کنٹرول رکھتے تھے یہ لوگ اس وقت صنعتی انقلاب سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ یہ بڑی حد تک ناکام رہے۔ جب یہ انقلاب یورپی ممالک میں پھل پھول رہے تھے جس کی وجہ یہ اسلامی ممالک پستی میں چلے گئے وجہ یہ تھی کہ اس انقلاب سے وہ اپنا حصہ نہیں حاصل کر سکے اور آہستہ آہستہ دوسروں پر معاشی اعتبار سے انحصار کرنے کی وجہ سے انکی اپنی بہت سی معاشی اور تخلیقی صلاحیتیں ختم ہونے لگیں۔

ڈاکٹر مہاتر محمد کہتے ہیں کہ ”ایسا لگتا ہے کہ مسلمان اور مسلم ممالک دوسری مرتبہ بھی انفارمیشن ٹکنالوجی کے شعبے میں آنے والے انقلاب سے فائدہ اٹھانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح وہ صنعتی انقلاب سے فائدہ اٹھانے میں بیسوی صدی کے دوران ناکام ہو گئے تھے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ آج مسلمان ممالک باہمی تنازعہ اور اختلاف کا شکار ہیں ڈاکٹر مہاتر محمد کا کہنا ہے کہ آج لوگوں میں بہت زیادہ غلط فہمی پائی جاتی ہے اور یہ غلط فہمی صرف غیر مسلموں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہمارے مسلمان بھائی بھی اس کا شکار ہیں، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ہم لاتعداد گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہیں اور ہم میں کا ہر ایک متضاد اور مختلف اسلامی تعلیمات کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس طرح کے باہمی اختلافات اور تضادات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے تعلق سے ہماری سوچ ادھوری ہے۔

۳: ہم اسکے خود ذمہ دار ہیں: We are to be held responsible

ڈاکٹر مہاتر محمد مسلمانوں کی موجودہ خستہ حالی پر مزید لکھتے ہیں کہ ایسا صرف اپنی

تہذیب اور اسلامی تعلیمات سے جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ہے اور مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور حسد کی وجہ سے ہے تاہم وہ اس صورت حال کا ذمہ دار بڑی حد تک مسلمانوں کو مانتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اسلئے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے میں ہم ناکام ہو گئے اور خستہ حالی سے نجات ہم خود اپنی کوششوں کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ دوسروں سے مختلف طرح کی مالی اور دوسری امداد لیکر کے اگر چاہتے ہیں کہ گلوبلائزیشن کے اس خطرے کو روک دیں تو سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا پڑے گا۔ اور کچھ وقت تک انتظار کرنا پڑے گا تب ہی ہمیں اپنی کوششوں کا پھل نظر آئے گا۔ اور اس کے لئے ہم کو گلوبلائزیشن سے درپیش خطرات کا سامنا کرنے کے لئے اچھی طرح ہر میدان میں تیار رہنا پڑے گا۔ بعض لوگ یہ کہ سکتے ہیں کہ دنیا کی یہ سیکولر زندگی ہمارے لئے نہیں ہے اور ہمیں حیات بعد الممات انشاء اللہ ایک اچھی زندگی نصیب ہوگی۔ اور اگر ہم اس دنیا میں اس سوچ پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ہم کو نجات دے گا اور ہماری حفاظت کرے گا، جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں میرے نزدیک وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اس کو نہ بدل ڈالیں نیز یہ حقیقت ہے کہ جن مسلمانوں نے اپنے ملک کے لئے مثبت سوچ اپنائی اور خارجی اثرات سے اپنے ملک کو بچانے کی کوشش کی وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ بعض لوگ اس طرح کی کوششوں کے بیچ روڑے اٹکاتے ہیں تاکہ انکی قوم یا ملک بدستور کمزور رہتا تو اس ہی رہے اور تعجب اس پر ہے کہ یہ تمام کوششیں اسلام کے نام پر کی جاتی ہیں۔ کچھ ایسے گروہ بھی ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہم بدستور دوسرے لوگوں کے غلام بنے رہیں یا ان کے زیر اثر رہیں اور ایسا کر کے وہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اسلامی تعلیمات کی روح کے خلاف بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ سب سے زیادہ اہم اور بنیادی چیز جو تمام مسلمانوں اور مسلم ممالک کو کرنی چاہئے وہ یہ کہ ہم انفارمیشن ٹکنالوجی میں بھرپور عبور حاصل کریں۔ تا کہ ہم مغرب اور اسکے گلوبلائزیشن کے خطرات کا سامنا کر سکیں۔ ☆☆☆☆

جامعہ کے لیل ونہار

انیس احمد فلاحی

دورۂ ناظم جامعہ اور معاون مہتمم ۱۹/ فروری تا ۱۲/مارچ ۲۰۰۳ء

محترم ناظم جامعہ مولانا ابوالبقاء ندوی صاحب اور مولانا مقبول احمد فلاحی نے جنوبی ہند کا تیس روزہ دورہ کیا، پیش نظر مقصد یہ تھا کہ ملک کے مختلف مقامات پر تعلیمی اداروں کا جائزہ لیا جائے، باہمی دلچسپی کے امور ومسائل پر تبادلہ خیال ہو فریضہ دعوت کے تحت انجام پانے والے کاموں سے آگہی حاصل کی جائے، مختلف جگہوں پر اعداد الدعاۃ کے مراکز کا مطالعہ کیا جائے تا کہ جامعۃ الفلاح میں مجوزہ مرکز دعوت کی منصوبہ بندی جامع انداز سے کی جاسکے۔

کلیۃ البنات کا تعلیمی جائزہ محترمہ ڈاکٹر انجمن آراء صاحبہ علی گڑھ کی قیادت میں ڈاکٹر نسرین صاحبہ اور محترمہ سائرہ بانو صاحبہ پر مشتمل ایک وفد ۱۳/اپریل کو جامعہ تشریف لایا، اس پینل نے کلیۃ البنات کے تینوں شعبوں کا جائزہ لیا اور مفید مشورے نوٹ کرائے، ۱۴/اپریل کو محترمہ انجمن آراء اور نسرین صاحبہ نے شعبہ اعلی، ثانوی کی طالبات اور جملہ اسٹاف کلیۃ البنات سے خطاب فرمایا، تعلیم نسواں کی اہمیت وضرورت کے ساتھ تعلیم کے معیار پر روشنی ڈالی، طالبات کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ اسٹاف کے ساتھ خصوصی نشست کی، ان کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کی اور فریضۂ تدریس کی ادائیگی کے سلسلے میں مناسب مشورے پیش کئے۔ امید ہے کہ یہ جائزہ تعلیمی معیار کو بہتر بنانے میں ممدون ثابت ہوگا۔

علمی فروغ کی قابل قدر کوشش الحمد للہ ذمہ داران کی خصوصی دلچسپی

اور توجہ کے نتیجہ میں بتدریج جامعہ کا تعلیمی ماحول ترقی پذیر ہے، کیفیت اور کمیت ہر دو پہلو پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے، کوشش ہورہی ہے کہ طلبہ واساتذہ اپنا بیشتر وقت تعلیم وتعلم میں صرف کریں۔ اللہ کا شکر ہے کئی اساتذہ کرام مفید قسم کے تحقیقی کاموں میں معروف ہیں۔

ماسٹر سید عبداللہ صاحب کلیۃ البنات کے معاون مہتمم

جناب ماسٹر سید عبداللہ صاحب کو کلیۃ البنات کے لئے معاون مہتمم مقرر کیا گیا ہے، موصوف پوری لگن سے کلیۃ البنات کی معنوی اور ظاہری بہتری کے لئے جدوجہد کررہے ہیں اور ان کوششوں کے بہتر نتائج بھی سامنے آنے لگے ہیں۔

ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب کا توسیعی خطبہ

۲۵/۳/۲۰۰۳ء کو ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب نے ابواللیث ہال میں "تکثیری معاشرہ میں اقلیتوں کے حقوق کے موضوع پر بصیرت افروز خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: کفر کے غلبہ کے علاقوں میں مسلمانوں کو دین وایمان اختیار کرنے اپنے شعائر کے قیام، ملی تشخص کا تحفظ، مراکز اور مساجد کے قیام، اپنے مذہب وعقیدہ کی تبلیغ اور اپنے دفاع کا بھرپور حق ہے۔ نیز اپنے مذہب وعقیدے پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے کا بھی بھرپور حق حاصل ہے۔ ان حقوق کے حصول کے لئے ہر طرح کی کوششیں جائز ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرم مکی میں نماز پڑھنے کے حق کے لئے مار پیٹ تک کی۔ (بخاری)

اپنے تحفظ کے لئے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک کافر کے سر پر ہڈی سے دے مارا جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا۔ ضرورت کے تحت کبھی کبھی اقدامی قدم بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔

ظلم وزیادتی سے تحفظ کے لئے مختلف بڑی، سماجی شخصیتوں اور سیاسی جماعتوں کی پناہ میں آنا جائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے بعد مطعم بن عدی کی پناہ طلب کی تھی۔ تکثیری معاشرہ میں، کفار ومشرکین سے ہر طرح کے سماجی،

معاشرتی اور تجارتی تعلقات رکھنا جائز ہے۔ ہندوستانی دستور بھی ہمیں مذکورہ بالا حقوق دیتا ہے، انھیں آزمائش کرنے کی ضرورت ہے۔

شعبہ کمپیوٹر کمپیوٹر سسٹم کی کمی کے سبب اس سال صرف ۲۸ طلبہ اور ۱۳ طالبات کا داخلہ لیا جا سکا ہے، طلبہ کے لئے غیر تدریسی اوقات میں ۳ شفٹ چلائے جاتے ہیں، اور طالبات کے لئے ۲ شفٹ کا نظم کیا گیا ہے۔ اس شعبے کو مزید سسٹم کی ضرورت ہے، امید ہے ان شاء اللہ اہل خیر حضرات کی توجہ سے عنقریب یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

اظہار تعزیت یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد تکلیف ہو رہی ہے کہ جامعہ کے ایک بزرگ عزیز خادم جناب عبدالحفیظ صاحب کی اہلیہ ۷ مئی ۲۰۰۳ء کو بدھ کے روز اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ادارہ حیات نو پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور خدا سے دست بدعا ہے کہ وہ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے، انھیں جنت الفردوس میں جگہ بخشے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی عراقی نے مسئلہ پوچھا کہ احرام کی حالت میں اگر مچھر مر جائے تو کیا اس پر دم لازم آتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ظالمو! نواسہ رسول ﷺ کو شہید کرتے وقت تو تم نے مسئلہ نہیں پوچھا اب مچھر کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔

دنیا کی سب سے بڑی لائبریری عراق کے شہر بغداد میں قائم ہوئی